وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجْنُبْنِيْ وَ بَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اپنی ایک خواب بیان کرتے ہوئے (جس میں حضور نے اپنے باغ میں مشرکوں کو حملہ آور ہوتے دیکھا) تحریر فرماتے ہیں:-

"مجھے خیال آیا کہ یہ وقت ہولناک مصیبتوں کا ہے۔ اور یہ کہ میری زمین دشمنوں کا وطن بن گئی ہے۔ . . . . میں نے فاصلہ پر دیکھا کہ وہ میرے باغ کے وسط میں مُردوں کی طرح گرے پڑے ہیں۔ تب میری گھبراہٹ دور ہوئی۔ اور مجھے چین آیا . . . . اور میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور میں کہہ رہا تھا۔ کہ اے میرے رب تیری راہ میں میری جان قربان ہو۔ تُو نے مجھ پر رحم کیا۔ اور اپنے بندے کی ایسی نصرت فرمائی۔ کہ جس کی نظیر دنیا میں نہیں" (تذکرہ ۔ حالات ۱۲ ۔ مادر ۱۲ ۶۲ء)

وہی ہماری خزاں کو بہار کر دیگا

وہ شور زار کو بھی کشت زار کر دیگا
ہمارا خالق و پروردگار کر دیگا

تو ان چٹانوں کو بے برگ لگ گیا نہ جان
انہی کو۔ دیکھنا۔ وہ گل کنار کر دیگا

پڑا ہے ابن مسیح زماں کا پاک قدم
ہمارے ربوہ کو بھی چشمہ سار کر دیگا

سفینہ جس کا ہے طوفاں بھی تو اسی کا ہے
وُہی سفینہ کو طوفاں سے پار کر دیگا

خزاں بھی اسکی ہے فصل بہار بھی اسکی
وُہی ہماری خزاں کو بہار کر دیگا

نئی زمین نئے آسمان کا مرکز
وہ اپنے فضل سے پھر استوار کر دیگا

ہم انتظار میں ہیں تم بھی انتظار کرو
خود اپنے آپکو حق آشکار کر دیگا

شمیم

ملفوظات حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دشمن غالب آگیا ہے۔ اور ہمیں وہ جگہ چھوڑنی پڑی ہے۔ باہر نکل کر ہم حیران ہیں کہ کس جگہ جائیں۔ اور کہاں جاکر اپنی حفاظت کا سامان کریں۔ اتنے میں ایک شخص آیا۔ اور اس نے کہا میں آپ کو ایک جگہ بتاتا ہوں۔ آپ پہاڑوں پر چلیں . . . . میں کہتا ہوں بہت اچھا۔ چنانچہ میں گائیڈ کو لے کر پیدل چل پڑتا ہوں۔ ایک دو اور دوست بھی میرے ساتھ ہیں۔ چلتے چلتے ہم پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہونچ گئے۔ مگر وہ ایسی چوٹیاں ہیں جو ہموار ہیں۔ اس طرح نہیں کہ کوئی چوٹی اونچی ہو۔ اور کوئی نیچی جیسے عام طور پر پہاڑوں کی چوٹیاں ہوتی ہیں۔ بلکہ وہ سب ہموار ہیں۔ جس کے نتیجہ میں پہاڑ پر ایک میدان سا پیدا ہو گیا ہے۔"

آشیاں سے دُور

ہم قادیاں سے دُور ہیں گل گلستاں سے دُور
جس سرزمیں کو جھک کے کیے آسماں سلام
دنیا ئے آب و گل ہے یہ اپنا جہاں نہیں
شورِ فغاں ہمارا کے پچھلے پہر کہیں
ہر آستاں لٹا کے تو جیتے ہیں اے خدا
اس حال میں قرار کی صورت کوئی نہیں
اک موجِ بے قرار کا رخ پھیر دے ادھر

یعنی طیورِ باغِ جناں ہیں جناں سے دُور
ہم اس زمیں سے دُور ہیں اس آسماں سے دُور
اپنا جہاں ہے عالمِ کون و مکاں سے دُور
تاروں سے آگے رہگذرِ کہکشاں سے دُور
لیکن نہ جی سکیں گے ترے آستاں سے دُور
ہم اور رہیں دیارِ مسیحِ زماں سے دُور
ماہی تڑپ رہی ہے یمِ بیکراں سے دُور

ناہید اپنا عزم بلند اپنے ساتھ ہے۔
سالم ہیں بال و پر میرے گو آشیاں سے دُور

عبدالمنان ناہید

یہ وادیٔ ویرانہ یہ جلسۂ سالانہ

ساقی نے کیا برپا اک اور بھی میخانہ
رَبوہ کی زمیں اپنی تقدیر پہ نازاں ہے
صحرا کی نگاہوں میں گلزار نہیں جچتے
ہے میری مسلمانی پہ ناز مسلماں کو
اسلام کی دولت سے دامن ہے بھرا اپنا
احکامِ خداوندی کا حشر ا رہے تو بہ
کس طرح یہاں قائم اسلام کی سطوت ہو

کس دھوم سے آیا ہے پھر جلسۂ سالانہ
اللہ کی قدرت سے آباد ہے ویرانہ
ذروں کی درخشانی خورشید سے بیگانہ
ناداں کی نگاہوں میں ہوں کافر و دیوانہ
اور شمعِ محمدؐ کا سو جاں سے ہوں پروانہ
دنیا میں نذیر آیا دنیا نے نہیں مانا
اسلام کے پیرو ہیں اسلام سے بیگانہ

اک امرِ حقیقت کے اظہار پہ قادر ہوں
یوں دیکھنے کو احسن مسٹر ہوں نہ مولانا

حسن رہتاسی

ایک مجاہد کا حضرت امیر المومنین سے خطاب

ـ از مکرم مولوی محمد صدیق صاحب مبلغ سیرالیون ـ

تو شہہِ دینِ محمدؐ تو ہمارا راہبر
تو دل و جانِ جماعت تو مسیحا کا پسر
تو اولو العزم خلیفہ تو نظیرِ مہدی
"سبز اعلان" کا موعود بشیرِ مہدی
اسے کہ ممسوح ہے تو عطرِ رضامندی سے
نور حاصل ہے تجھے شمعِ خداوندی سے
تو ہے اللہ کی رحمت کے نشاں کا موجب
رستگاریٔ اسیرانِ جہاں کا موجب
تیرے ہر کام میں اک رنگِ مسیحائی ہے
شمعِ احمدؐ سے ہی تو نے یہ ضیا پائی ہے
حسن و احسان میں بیشک ہے مسیحا کا مثیل
ملتی جلتی ہے اسی سے ہی تری خوئے جمیل
زندہ اسلام کا تو زندہ نشاں ہے لاریب
یہ حقیقت ترے کاموں سے عیاں ہے لاریب
تجھ سے ہر قوم نے اسلام کی برکت پالی
کوئی خطہ نہ رہا رحمتِ حق سے خالی
ہیں ترے عہدِ خلافت کی یہ آیا برکات
گونجتی رہتی ہیں یورپ میں اذانیں دن رات
[illegible] کئی ۔ یران دل آباد ہوئے
شکارِ شبہات کی زنجیروں سے آزاد ہوئے

ورودِ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ

بقریۃ احمد نگر وقت المساء

ازمکرم مولانا ظفر محمد صاحب فاضل پروفیسر جامعہ احمدیہ احمد نگر

يا ارض قريتنا الصغيرة سلمى
وضع الامير على ترابك رجله
كم من مساءٍ قد رأيت مرورة
ردّت اليك الشمس بعد غروبها
يا قلب صبراً لا احباك شاكيا
الله يعلمُ ما تكن صدورنا
أجزعت يا مسكين ان لم تسعد
أتظنّ انك مستحق كلامه
يا من ارى يجي لنفس كلامه

ونعمى مساءً يا سعيدة وانعمى
فتلألأ الذرات مثل الانجم
هل فزت قط بمثل هذا المقدم
والله انك ذات حظ اعظم
أتظنُّ ان الله ليس بعالم
ما كان مظلع السرائر ادمى
بخطاب سيّدك العزيز المكرم
كيف الكلامُ وانت لمّا تكلم
لا تحرمنّ عن الكلام وكلّم

نفسي فدتك الست تعلم انني
مُصغٍ اليك وناظرٌ نحو الفم

تری گفتار ہے اک علم و ہدیٰ کا چشمہ
رحمت و فہم و ذکا نور و ضیا کا چشمہ
ترے اقبال نے اغیار کو حیران کیا
بلکہ دشمن کو بھی انگشت بدنداں کیا
آنکھ والا ہی مسیحاؑ کی ضیا دیکھ سکے
چشمِ حاسد نہ کوئی بات ذرا دیکھ سکے
پیارے آقا تجھے اللہ سلامت رکھے
اور سلامت بھی تجھے تا بقیامت رکھے
آج دنیا کے ہر کونے کا محور تو ہے
کوچۂ دلبر و دلدار کا رہبر تو ہے
مدتوں سے نگہِ لطف کا میں ہوں محتاج
ہاتھ خالی نہیں لوٹونگا ترے در سے آج
تجھ سے طالب نہیں ہرگز زر و دولت کا میں
نہ سوالی ہوں کسی عزت و صولت کا میں
آرزو ہے کہ مجھے تیری دعا مل جائے
دلِ غمدیدہ کو کچھ صبر خدا مل جائے
اپنے مولےٰ سے گناہوں کی معافی لے دے
ساتھ اس کے مجھے تھوڑی سی رضا بھی لے دے
بارِ عصیاں سے کمر ٹوٹ رہی ہے میری
کیا عجب ہو کہ جو مل جائے شفاعت تیری
گر دعا تیری ہمیشہ مرا انعام رہے
کس کو صدیق پھر اندیشۂ انجام رہے۔

۱۶ اور ۱۷ اپریل کا پرچہ شائع نہیں ہوگا:۔ مینجر:۔

آج آپ اللہ تعالےٰ کی مشیت سے پہلی دفعہ ایک وادیٔ بے آب و گیاہ میں اس کے نام کی تقدیس کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں۔ شاید دنیا کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے۔ کہ ایک سنگلاخ ویرانہ میں ایک نئی آبادی کا جشن نوروز منانے کے لئے اللہ تعالےٰ کے اتنے راستباز بندے جمع ہوئے ہوں۔ شاید دنیا کی تاریخ میں یہ پہلا دن ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ ایک جماعت نے اپنا سالانہ اجتماع ایک ایسی سرزمین میں برپا کیا ہے۔ جہاں انسان کا گذر شاذو نادر ہی ہوتا ہوگا۔ شاید دنیا کی تاریخ میں آج پہلی گھڑی ہے۔ کہ خدا پرستوں کے اتنے بڑے جمِ غفیر نے ایک ایسے قطعۂ ارضی کی سطح پر اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی جبین ہائے نیاز بچھائی ہوں۔ اور اذان کے نعرے بلند کئے ہوں۔ جہاں پہلے کبھی گیدڑوں اور جنگلی جانوروں کی آواز کے سوا فضا کو تھرتھرانے والی کوئی صدا بلند نہیں ہوئی۔ شاید کیا آپ دنیا کی تاریخ کی ورق گردانی کرکے دیکھ لیں۔ آپ کو کوئی ایسا ایک واقعہ بھی نظر نہیں آئے گا۔ جو اس واقعہ کے مقابل بطور مثال یا نظیر کے پیش کیا جا سکتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں بنی اسرائیل نے بے شک ایک بہت بڑے پیمانے پر اللہ تعالےٰ کی تسبیح جنگلوں اور بیابانوں میں کی ہوگی۔ لیکن ان کا معاملہ ایک راہ گذروں کا معاملہ تھا۔ اسی طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہؓ اور مومنوں کے لشکروں کو بھی کثیر مواقع پیش آئے ہوں گے۔ کہ انہوں نے ایک دن ایک ہفتہ ایک مہینہ یا ایک سال کے لئے کسی غیر آباد مقام میں جنگل میں منگل منایا ہوگا۔ اور اپنے واددو نعرہ ہائے تکبیر سے بے آب و گیاہ دشت زاروں کی فضاؤں کو مرتعش کیا ہوگا۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ کبھی انسانی تاریخ میں ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ کہ محض اللہ تعالےٰ کے نام کی تقدیس کو دنیا میں پھیلانے کے لئے ایک اللہ تعالےٰ کی اتنی بڑی جماعت نے ایک تبلیغی مرکز کی بنا رکھنے کے لئے اتنا بڑا اجتماع کسی ایسی بے آباد وادی میں کیا ہو۔ جہاں انسان تو کیا جنگلی جانور بھی مشکل سے رہنا پسند کرتے ہوں۔

اللہ تعالےٰ کے جن راستباز بندوں نے مکہ کی وادیٔ غیر ذی زرع میں سب سے پہلے تبلیغی مرکز کی بنیاد ڈالی تھی۔ ان کی تعداد صرف تین کس تھی۔ ایک باپ ایک بیٹا اور ایک ماں اور بیوی۔ اس وادیٔ غیر ذی زرع میں دنیا کے سب سے پہلے خدا کے گھر کی بنیاد رکھنے والے بھی یہی باپ بیٹا تھے۔ اس وقت دیکھ کر کون کہہ سکتا تھا۔ کہ باپ اور بیٹے کی آرزوؤں کا جو ننھا سا بیج ایک سنگلاخ بنجر بے آب و گیاہ سرزمین میں بویا گیا ہے۔ وہ پھوٹیگا۔ بڑھیگا اور اتنا پھیلے گا۔ کہ دنیا کے کناروں سے قومیں آ آ کر قیامت تک اسکی شاخوں میں بسیرا کیا کریں گی۔ اس وقت دیکھ کر کون کہہ سکتا تھا۔ کہ یہ افتادہ پتھروں کی بنی ہوئی ننھی سی مسجد اقوام عالم کی سجدہ گاہ بن جائیگی۔ اور سمندروں سے پار سے لاکھوں کی تعداد میں لوگ آ آ کر اس چار دیواری کے گرد طواف کیا کریں گے۔ اس وقت دیکھ کر کون کہہ سکتا تھا۔ کہ یاتیک من کل فج عمیق و یاتون من کل فج عمیق کی پیشگوئی محض ایک خواب پریشان ہی نہیں ہے۔ ایسی رویا جو کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس کے باوجود کہ یہ باپ اور بیٹا جانتے تھے۔ کہ دیکھنے والے کیا خیال کریں گے۔ باوجود اس کے کہ ظاہر حالات بڑے سے بڑے دل کو بھی مایوسی سے بٹھا دینے والے اور ہمت کو پست کر دینے والے تھے۔ ان دونوں خدا تعالےٰ کے راستباز بندوں نے اللہ تعالیٰ کا یہ سب سے پہلا گھر بنانے کے لئے اسی طرح ڈٹ کر کام کیا۔ کہ وہ گویا آئندہ زمانوں کے دور کو اپنی آنکھوں کے سامنے گذرتا ہوا دیکھ رہے تھے۔ ان کے دل میں جو امید کا چراغ روشن کر دیا گیا تھا۔ وہ اسکی دھیمی سی روشنی کی شعاعوں سے گویا مستقبل کے تمام گھنیرے اندھیروں کو چیرتے ہوئے اس وقت کا حاضر نظارہ کر رہے تھے۔ جو اس وادیٔ غیر ذی زرع پر آنے والا تھا۔ ان کو اس طرح ڈٹ کر کام کرتے ہوئے دیکھ کر دیکھنے والے خواہ کچھ بھی قیاس آرائیاں کرتے ہوں۔ مگر ان دونوں کے دل میں رتی بھر شک و شبہ نہیں تھا۔ کہ یہ چند افتادہ اور بے ڈول ان گھڑے پتھروں کی چار دیواری کیا بننے والی ہے۔

واقعی وہ چند پتھر تو چند پتھر ہی تھے۔ جس طرح کسی دیکھنے والے کی نظر میں وہ دکھائی دے رہے تھے۔ اس لئے دیکھنے والا انہیں کو دیکھ کر قیاس آرائی کر سکتا تھا۔ وہ تو یہی قیاس کر سکتا تھا۔ کہ جیسا کہ قاعدہ ہے۔ چند ایام کے بعد یہ پتھروں کے چند ٹکڑے بھی اپنے مقام سے گر کر زمین پر آ رہیں گے۔ اور پتھر کے اپنے جیسے دوسرے ٹکڑوں کے ساتھ اسی طرح گھل مل جائیں گے۔ کہ ان کی پہچان کرنا یا ان کو الگ کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو جائے گا۔ اسکی آنکھیں ایسی چار دیواریاں بنتی ہوئی اور گرتی ہوئی دیکھنے کی عادی تھیں۔ اس کی ظاہر بین نگاہ اس غیر مرئی سیمنٹ کو نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اس جاودانی مصالح کا نظارہ نہیں کر سکتی تھی۔ جو خدا کے ان اولین دو معماروں کے دلوں کی گہرائیوں سے دعاؤں کی صورت میں نکل نکل کر ان ان گھڑے پتھروں کے ساتھ لپٹ لپٹ کر اس بے ڈھب چار دیواری کو ایسی ٹھوس چٹان بنا رہا تھا۔ جس کو صدیوں کے جھکڑ اور طوفان باد و باراں قیامت تک ہلا نہیں سکیں گے۔ وہ نہیں سمجھ سکتا تھا۔ کہ گو یہ ظاہری پتھروں کی چار دیواری سینکڑوں بار گریگی اور بنے گی۔ لیکن وہ روحانی چار دیواری جو باپ بیٹے کی روحوں کے عمق سے نکلی ہوئی دعاؤں سے تعمیر ہو رہی ہے۔ وہ کبھی نہیں گریگی۔ بلکہ جوں جوں زمانہ اس کے ساتھ ٹکرائیگا۔ توں توں وہ مضبوط سے مضبوط تر اور وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی جائے گی۔ بلکہ ان باپ بیٹوں کی دعاؤں کی تاثیر سے ایک دن تمام بستیاں تمام ویرانے اللہ تعالےٰ کے گھروں میں منتقل ہو جائینگے اور نغمۂ تسبیح جو یہاں گایا گیا ہے۔ وہی نغمہ دنیا کے کونے کونے میں گایا جائے گا۔ اور اللہ تعالےٰ کے فرشتے آسمانوں سے اتر اتر کر اس تسبیح میں شامل ہوا کریں گے۔

ان دونوں راستباز معماروں میں سے ایک معمار تو وہ باپ تھا۔ جس نے اللہ تعالےٰ کے ایک اشارے پر اپنے اکلوتے جان و دل سے عزیز بیٹے کی گردن پر چھری رکھ دی تھی۔ اور دوسرا معمار وہی بیٹا تھا۔ جس نے برضاو خوشی اپنی گردن اپنے باپ کی چھری کے سامنے پیش کر دی تھی۔ تاکہ دونوں باپ بیٹا اپنے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں۔ ایسے باپ اور ایسے بیٹے کی دعائیں تھیں۔ جنہوں نے مکہ کی وادی غیر ذی زرع میں خدا تعالےٰ کے اس پہلے گھر کی چار دیواری اٹھائی۔ جس کی طرف اس وقت سے لیکر آج تک دنیاؤں کی دنیائیں اپنی جبینیں جھکا کر اس رب العزت کے روبرو سجدہ ریز ہوتی چلی آ رہی ہیں۔ اور رہتی دنیا تک ہوتی چلی جائیں گی۔ جس نے ان کی عظیم الشان قربانی کے عوض میں ان کے ہاتھوں سے بنی ہوئی چار دیواری کو اپنی تسبیح خوانی کے لئے چن لیا۔ اور اس کو زندہ جاوید کر دیا۔

آج اللہ تعالےٰ کے نام پر کوئی مسجد نہیں بن سکتی۔ کسی خدا کے گھر کی چار دیواری نہیں اٹھائی جا سکتی جو اس مسجد اس چار دیواری کے نمونہ پر نہ بنائی جائے؟ جو ان دو معماروں نے آج سے ہزاروں سال پہلے تعمیر کی تھی۔ یہ اللہ تعالےٰ کے دو سچے معماروں کا کارنامہ ہے۔ یہ کارنامہ اس لئے ممکن ہوا۔ کہ انہوں نے اپنی بے لوث قربانی خوشی سے اللہ تعالےٰ کے حضور پیش کر دی تھی۔ یہ کارنامہ اس لئے ممکن ہوا۔ کہ خدا کے ان دو معماروں نے اپنے پورے ارادے اپنے پورے ایمان کے ساتھ وہ دعائیں کیں۔ کہ جن کی تاثیر سے تمام دنیا کی فضا میں یہ گونج ہمیشہ ہمیش کے لئے لہرا رہی ہے۔

یسبح للہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض وھو العزیز الحکیم۔ ان کی دعاؤں کی تاثیر ہی تھی۔ کہ جس نے تمام کائنات کا سینہ چیر کر یہ جاودان ترانہ نکالا۔ اور مستقبل کی فضاؤں میں ہمیشہ کے لئے بکھیر دیا۔ انہی دعاؤں کی تاثیر تھی۔ کہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں نے وہ جلوہ دیکھا۔ کہ جس کو دیکھنے کی تاب آپ کی آنکھیں نہ لا سکیں۔ اور آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے انہی دعاؤں کی تاثیر تھی۔ جس نے حضرت داؤد علیہ السلام کی زبان پر نغماتِ زبور جاری کئے۔ انہی دعاؤں کی تاثیر تھی۔ جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور اسکی پیاری والدہ کو ربوہ ذات قرار و معین پر پناہ دی۔ اور ان دعاؤں کی تاثیر تھی۔ جس نے زمینوں اور آسمانوں کے آخری نور پورے نور کو آفتاب عالمتاب بنا کر فاران سے طلوع کیا۔ اور بطحا کی وادی پر چمکایا اور پھر حراء ان اللہ معنا کے لباس میں دو آتشہ ہو کر یثرب کے سبزہ زاروں پر درخشاں ہوا۔ خلافت راشدہ کے تیس سالوں میں کوئی چھوٹے سے چھوٹا ابر کا ٹکڑا بھی اس کی شعاعوں کے راستہ میں حائل نہ ہوا۔ لیکن پھر جاہلی بادِ سموم کے دھوئیں فضا میں پھیلنے شروع ہوگئے۔ مگر یہ ازلی نور فواروں کی طرح دھوئیں کی تاریکیوں کو چیرتا ہوا نکلتا رہا۔ اور سعید روحوں کو منور کرتا رہا۔ دوسری طرف ابلیس اپنی تاریکیوں کا دھواں بھی زیادہ سے زیادہ کرتا چلا گیا۔ یہانتک کہ دنیا پر فیج اعوج کا عالم طاری ہو گیا۔

یہ ضروری تھا۔ کیونکہ ان قدیم دعاؤں کی تاثیر ایک عظیم الشان فوارہ بن کر شیطان کی تہ بتہ تاریکیوں کو چیر چیر کر اچھلنے والی تھی۔ کیونکہ ع

نوا را تیز تر مے زن چو ذوق نغمہ کم یابی

انہی باپ بیٹے کی دعاؤں کی تاثیر ہے۔ کہ وہ فوارہ خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں کے مطابق اپنے پورے زور کے ساتھ قادیان میں سربلند ہوا۔ جس سے شاخیں پھوٹ پھوٹ کر شیطان کی قلمرو کے کناروں تک پہنچ رہی ہیں۔ وہ شعاعیں دنیا میں آزاد آ نکل چکی ہیں۔ اور غلام احمد قادیانی جری اللہ فی حلل الانبیاء کی جماعت ان شعاعوں کو دنیا کے کناروں تک پہنچا رہی ہے۔ آج اللہ تعالیٰ کے نور کو پھیلانے والے اور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کا جھنڈا بلند کرنے والے ساری دنیا میں پہنچ چکے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی سپرد کی ہوئی امانت سب کو پہنچا رہے ہیں۔

ان دو اولین راستبازوں کی دعاؤں کی تاثیر ہی ہے۔ کہ آج اللہ تعالےٰ کی مشیت سے یہ دنیا کی تاریخ میں شاید پہلا واقعہ ہے۔ کہ ہزاروں ہزار اللہ تعالےٰ کے راستباز بندے ایک سنگلاخ ویرانے ایک وادیٔ غیر ذی زرع میں اسلام کا ایک عظیم الشان مرکز قائم کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں۔

اپنی جبینوں کو ان پاک روحوں کے لئے فرش راہ بنا دو جو دعاؤں کے اس عظیم الشان مظاہرہ میں حصہ لینے کے لئے آ رہی ہیں۔ آسمان کے فرشتوں کے لئے تیار کرو۔ کیونکہ یہ اشاعت اسلام کا مرکز ان دعاؤں کی تاثیر سے ہی بنایا جا رہا ہے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اس کے فرمانبردار بیٹے نے خانہ کعبہ کی بنیاد رکھتے وقت کی تھیں۔

ہمارا امتحان اور مرکز ربوہ

از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے

قادیان سے ہمارا نکلنا بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ نکالا جانا ایک بہت بھاری امتحان تھا۔ جو خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کے لئے مقدر کر رکھا تھا۔ اس امتحان کے نتیجہ میں جو انتشار کی کیفیت بظاہر پیدا ہوئی ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں لیکن اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو خدا تعالیٰ کی ان بظاہر تلخ تقدیروں میں بھی بہت سے نشانات مخفی ہیں۔ اور یہ نشان اپنے اندر خدا کی ہستی اور احمدیت کی صداقت کی ایک روشن دلیل ہے۔ اس نشان کے مندرجہ ذیل پہلو خاص طور پر نمایاں اور قابل توجہ ہیں:۔

(۱) اس امتحان کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی یہ قدیم سنت پوری ہوئی کہ ہر نبی کی جماعت کو کسی نہ کسی رنگ میں ہجرت کرنی پڑتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کو ہجرت کرنی پڑی۔ حضرت موسےٰؑ کو ہجرت کرنی پڑی۔ حضرت عیسےٰؑ کو ہجرت کرنی پڑی۔ اور بالآخر ہمارے آقا نبیوں کے سرتاج حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ہجرت کرنی پڑی۔ پس اگر اسی قدیم خدائی سنت کے مطابق جماعت احمدیہ کو بھی عارضی طور پر اپنے مرکز سے نکلنا پڑا۔ تو یہ کوئی جائے اعتراض اور نہ جائے تعجب نہیں۔ بلکہ حقیقتاً ہماری یہ ہجرت بھی ایک نشان کا رنگ رکھتی ہے اور احمدیت کی صداقت کی ایک دلیل ہے۔ چنانچہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف شحنۂ حق میں جماعت کی ہجرت کی طرف اشارہ کیا۔ اسی طرح آپ نے اپنے الہام مسیر العرب کی تشریح میں بھی لکھا ہے کہ شائد جماعت کو بھی کبھی ہجرت کرنی پڑے گی۔

(۲) اس نشان کا دوسرا پہلو یہ ہے۔ کہ نہ صرف خدائی سنت کے لحاظ سے اور نہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں کی بناء پر جماعت احمدیہ کی یہ ہجرت ایک خدائی سنت کو پورا کرنے والی ہے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو متعدد الہامات کے ذریعہ بھی یہ معین خبر دی گئی تھی۔ کہ ایک وقت آئے گا۔ جب آپ کی جماعت کو قادیان سے نکلنا پڑے گا۔ مثلاً خدا تعالیٰ نے آپ کو الہام فرمایا کہ یاتی علیک زمن کمثل زمن موسےٰ یعنی تجھ پر موسےٰ کی طرح کا ایک زمانہ آئے گا۔" وغیرہ وغیرہ پس جماعت کی یہ ہجرت دراصل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک پیشگوئی کو پورا کرنے والی اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان ہے۔

(۳) اس نشان کا تیسرا پہلو یہ ہے۔ کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہماری جماعت کے لئے ایک امتحان مہیا کر دیا ہے۔ کیونکہ یہ بھی خدا کی قدیم سنت ہے۔ کہ وہ اپنی جماعتوں کا مشکلات اور ابتلاؤں کے ذریعہ سے امتحان لیا کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ صحابہ کے متعلق فرماتا ہے۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون۔ یعنی کیا مومن اس بات پر تسلی پا کر بیٹھ گئے ہیں۔ کہ وہ صرف اتنی بات کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ چھوڑ دیئے جائیں گے۔ اور ان کا امتحان نہیں لیا جائے گا۔" اور یہ قرآنی آیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی الہاماً نازل ہو چکی ہے پس ضروری تھا۔ کہ جماعت احمدیہ بھی ایک بھاری امتحان میں ڈالی جاتی۔ تاکہ یہ امتحان بھی اسکی صداقت کی دلیل بنتا۔

(۴) اس نشان کا چوتھا پہلو یہ تھا۔ کہ باوجود اتنے بھاری امتحان کے اللہ تعالیٰ نے اس قیامت خیز طوفان میں بھی جماعت کو حقیقی انتشار سے بچا کر اسکے شیرازہ کو حیرانگیز رنگ میں قائم رکھا ہے۔ مجھے تو یہ منظر یوں نظر آتا ہے کہ گویا ایک وسیع وادی میں بھیڑوں کا ایک بھاری گلہ جمع تھا۔ جو اطمینان اور امن کی حالت میں ادھر ادھر چلتا پھرتا تھا۔ مگر اچانک اس گلہ پر چاروں طرف سے درندوں نے حملہ کر دیا۔ اور یہ بھیڑیں ادھر ادھر اس طرح منتشر اور پراگندہ ہو گئیں۔ کہ آن کی آن میں ساری وادی خالی نظر آنے لگی۔ لیکن جب ساتھ کی پہاڑی پر چڑھ کر دوسری طرف کی وادی پر نگاہ ڈالی گئی۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ساری بھیڑیں جو چاروں طرف منتشر ہو کر بظاہر ختم شدہ نظر آتی تھیں اس نئی وادی میں پھر اکٹھی ہو کر اپنے گلہ بان کی نگرانی میں جمع ہو چکی ہیں۔ گویا بجلی کی چمک کی طرح ایک حملہ ہوا۔ اور اس حملہ کے نتیجہ میں ایک ایک بھیڑ منتشر ہو کر نظروں سے غائب ہو گئی۔ لیکن آنکھ جھپکتے ہی یہ نظارہ نظر آیا کہ یہ ساری بھیڑیں ساتھ کی وادی میں پھر اسی طرح جمع ہو کر اس وادی کی زینت بن رہی ہیں۔ یہ ایک غیر معمولی نشان تھا۔ جو خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کی تائید و نصرت میں دکھایا۔

(۵) اس نشان کا پانچواں پہلو یہ ہے۔ کہ اس امتحان کے نتیجہ میں جماعت کے ایک کثیر حصہ نے خدا کے فضل سے اخلاص اور قربانی میں نمایاں ترقی کی ہے۔ گویا گذشتہ فسادات کے زلزلہ نے ان کو بیدار کر کے پہلے سے بھی زیادہ چوکس اور خدمت دین کے لئے زیادہ مستعد بنا دیا ہے۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ ایسے لوگوں کی تعداد جماعت میں کیا نسبت رکھتی ہے۔ لیکن یقیناً یہ تعداد اتنی معتد بہ ہے کہ ان کی روحانی اصلاح اور ترقی کا پہلو اتنا نمایاں ہے۔ کہ ہر صاحب علم اور صاحب ذوق شخص اس سے روحانی سرور اور تسکین حاصل کر سکتا ہے۔ اور دراصل خدائی امتحانوں کا یہی منشاء ہوا کرتا ہے۔ کہ وہ جاگتے ہوؤں کو پہلے سے زیادہ ہوشیار اور سوتے ہوؤں کو خواب غفلت سے بیدار کر دیں۔ پس اس جہت سے بھی گذشتہ فسادات اپنے اندر یقیناً ایک نشان کا پہلو رکھتے ہیں۔

(۶) اس نشان کا چھٹا پہلو یہ ہے۔ کہ اس امتحان کے نتیجہ میں ایسے لوگ جو اپنی غفلت اور سستی اور دنیاداری کی وجہ سے گویا کچے دھاگوں کا حکم رکھتے تھے۔ وہ موجودہ ابتلاء کے نتیجہ میں ٹوٹ کر جماعت کو اپنے ماؤف وجود سے پاک کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی جماعتوں کو صرف تعداد سے غرض نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کے لئے تعداد کی ترقی سے بھی زیادہ روحانی اور تربیتی پہلو اہمیت رکھتا ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ گاہے گاہے ایسے امتحانات مہیا کرتا رہتا ہے۔ کہ جن کی وجہ سے کمزور لوگ جو جماعت کے ساتھ چلنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اور دوسروں کے لئے بھی کمزوری کا موجب بن جاتے ہیں۔ وہ تھک کر یا گھبرا کر خود بخود علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ یہ گویا ایک قسم کی شاخ تراشی ہوتی ہے۔ جو ہمارا آسمانی باغبان اپنے باغ کے پودوں کی ترقی اور زینت کے لئے کرتا رہتا ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو اچھے سے اچھا باغ بھی تھوڑے سے عرصہ میں خراب ہو کر تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔

یہ وہ نشانات ہیں جو موجودہ ابتلاء کے تعلق میں ہمارے خدا نے جماعت کی صداقت میں مہیا فرمائے ہیں۔ اور اس جہت سے یہ کتنی خوشی کا مقام ہے۔ کہ خدا کی پیدا کی ہوئی تلخ قاشوں میں بھی اس کی محبت اور اس کی شفقت کی اتنی غیر معمولی شیرینی مخفی ہے۔ وہ بظاہر جماعت کے لئے ایک بھاری امتحان مہیا کرتا ہے۔ اور گویا ایک زلزلہ وارد کر کے بظاہر یہ منظر دکھاتا ہے۔ کہ شائد اب سب کچھ تہ و بالا ہونے لگا ہے۔ مگر اس زلزلہ کے ہنگامے میں بھی خدا کی یہ شیریں آواز سچے مومنوں کے کانوں میں پہونچتی رہتی ہے۔ کہ گھبراؤ نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اور یہ سارا انتظام تمہاری ہی ترقی کے لئے کیا جا رہا ہے۔

اب غور کرو کہ جب اس امتحان کے تلخ پہلو میں بھی ہمارے خدا کے اتنے نشان موجود ہیں۔ تو کتنا بدبخت ہے وہ انسان جو اس امتحان کے نیک انجام کے متعلق شبہ میں پڑتا۔ اور شک میں مبتلا ہوتا ہے؟ جب خدا نے ہجرت والے تلخ پہلو کے متعلق اپنی سنت اور اپنی قبل از وقت بتائی ہوئی بات کو پورا کیا۔ اور امتحان کے دوران میں بھی اپنی شفقت کا ہاتھ جماعت کے سر پر رکھے رکھا۔ تو کیا وہ اس خالص رحمت کے نشان کو پورا نہیں کرے گا۔ جو ہمارے مقدس اور دائمی مرکز کی واپسی کے متعلق اس کی زبان سے جاری ہو چکا ہے؟ چنانچہ دیکھو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام کتنا شاندار ہے۔ کہ "ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد" یعنی وہ خدا جس نے اس زمانہ میں تجھ پر قرآنی شریعت کی خدمت و اشاعت فرض کی ہے۔ وہ ضرور ضرور تجھے تیرے لوٹنے والی جگہ کی طرف واپس لے جائے گا۔" بہرحال جہاں ہجرت والے الہام پورے ہوئے وہاں ضرور ہے۔ کہ واپسی والے الہام بھی پورے ہوں۔ اور وہ انشاءاللہ ضرور پورے ہو کر رہیں گے۔ اور دنیا کی کوئی طاقت ان کے راستہ میں روک نہیں بن سکتی۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ قادیان کی واپسی سے چند احمدیوں کا وہاں جا کر بس جانا مراد نہیں ہے کیونکہ یہ بات تو ہمیں خدا کے فضل سے اب بھی حاصل ہے۔ بلکہ اس سے پوری آزادی کے ماحول کے ساتھ قادیان کی واپسی مراد ہے۔ جو انشاءاللہ اپنے وقت پر پوری ہو کر رہے گی۔

باقی یہ علم صرف خدا کو ہے کہ قادیان کی واپسی والے الہامات کب پورے ہوں گے۔ اور کس صورت میں پورے ہوں گے۔ لیکن جہاں تک میرا قیاس ہے میں خدا کے فضل سے یقین رکھتا ہوں کہ (۱) وہ انشاءاللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کی زندگی میں پورے ہوں گے۔ اور (۲) انشاءاللہ مرکز ربوہ کا قیام واپسی کے الہاموں کے پورا ہونے کے لئے ایک ظاہری علامت بن جائے گا۔ کیونکہ وہ موجودہ ابتلاء میں جماعت کے امتحان اور اس پر جماعت کی قربانی کی تکمیل کی علامت ہے (۳) اس کے علاوہ میرا خیال ہے کہ ہو

کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام کہ غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون بھی جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قادیان پر چسپاں کیا ہے کسی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ انشاء اللہ قادیان کی واپسی میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ کیونکہ اس الہام میں سین کا لفظ شامل ہے جو مستقبل قریب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور اصل قرآنی آیت میں بضع سنین کا لفظ بھی آتا ہے۔ واللہ اعلم ولا علم لنا الا ما علمتنا

بہر حال ربوہ کے مرکز کا قیام اس جہت سے ایک اہم جماعتی غرض کو پورا کرنے والا ہے۔ کہ وہ قادیان کی بحالی کی ظاہری علامت ہے۔ مگر اس کے علاوہ اپنی ذات میں بھی وہ ایک نہایت اہم غرض کا حامل ہے۔ کیونکہ وہ جماعت کا مرکز بننے والا ہے اور کوئی جماعتی تنظیم قائم نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی جماعت پنپ سکتی اور ترقی کر سکتی ہے۔ جب تک کہ اس کا کوئی مخصوص مرکز اور اس مرکز کا ایک مخصوص ماحول نہ ہو۔ اور قادیان سے نکلنے پر جو بظاہر انتشار کی صورت پیدا ہوئی ہے۔ اس کے پیش نظر اسباب کی اور بھی زیادہ ضرورت تھی۔ کہ ایک قائمقام مرکز جلد تر وجود میں آجائے لیکن ہر عقلمند انسان سمجھ سکتا ہے کہ لاہور میں ہمیں حقیقی مرکزیت میسر نہیں آئی اور نہ آ سکتی ہے۔ دراصل مرکزیت کے لئے چند بنیادی باتوں کا پایا جانا ضروری ہے جن کے بغیر مرکزیت کا مفہوم ہرگز پورا نہیں ہوتا اور وہ باتیں یہ ہیں۔

(الف) ایک امام کا وجود جس کے ہاتھ پر سب جماعت جمع ہو اور یہ خدا کے فضل سے ہمیں ہر وقت میسر رہا ہے۔

(ب) امام کے ماتحت ایسے مرکزی اداروں کا وجود جو امام کی ہدایت کے ماتحت جماعت کے مختلف کاموں کو چلانے کے لئے ضروری ہوں اور پھر ان اداروں کے لئے ضروری سامان کا مہیا ہونا۔

(ج) جماعت کا ایک مشترکہ پروگرام جس کے ماتحت تمام جماعت کی مساعی ایک واحد مرکزی نقطہ پر مرکوز رہیں۔

(د) ایک ایسے مخصوص ماحول کا وجود جہاں امام اور سلسلہ کے مرکزی ادارے اکٹھے ہو کر اور اکٹھے رہ کر اپنی مخصوص تربیت اور تعلیم اور تنظیم کا پروگرام چلا سکیں۔ اور مہمانوں کے آنے جانے اور ٹھہرنے اور درس و تدریس کی پوری پوری سہولت موجود ہو اور سلسلہ کے نوجوانوں کا ایک حصہ مرکزی تنظیم اور مرکزی تربیت میں براہ راست نشوونما پانے کا موقعہ پا سکے۔ یہ وہ باتیں ہیں جو ہمیں لاہور میں میسر نہیں آ سکتیں اور اس کی وجہ سے جماعت کے نوجوانوں کی تربیت اور مہمانوں کی آمد و رفت کے سلسلہ اور مرکزی اداروں کے تسلی بخش کام پر بھاری اثر پڑ رہا تھا۔ مگر ربوہ کا مرکز انشاء اللہ اس کمی کو پورا کر دے گا اور اسکے بعد ہمیں امید کرنی چاہیئے کہ وہ وقت دور نہیں ہو گا کہ اللہ تعالےٰ قادیان کی بحالی کا سامان بھی مہیا فرما دے۔

حق یہ ہے کہ خدائی سلسلوں کے ساتھ مرکزیت ایک لازم و ملزوم چیز کا رنگ رکھتی ہے یعنی جس طرح خود خدا کا وجود دنیا کا غیر مرئی مرکزی نقطہ ہے۔ اسی طرح اسکی حکیمانہ تقدیر اسباب کا تقاضا کرتی ہے۔ کہ اسکی قائم کی ہوئی جماعتوں کا ایک ظاہری مرکز بھی ہو جس میں وہ اپنا مخصوص ماحول اور اپنی مخصوص تنظیم قائم کر کے اپنے مخصوص پروگرام کے مطابق تبلیغ اور تعلیم و تربیت وغیرہ کا کام چلا سکیں۔ دراصل قادیان سے باہر آنے پر جو سب سے زیادہ نقصان کا پہلو پیدا ہوا ہے وہ یہی ہے کہ اپنا مخصوص مرکز اور مخصوص ماحول میسر نہ ہونے کی وجہ سے بعض نوجوانوں بلکہ بعض پختہ عمر مگر کمزور طبیعت والے لوگوں میں بھی ایک گونہ انتشار کی کیفیت پیدا ہو رہی ہے اور اسی طرح زائرین اور مہمانوں کے انتظام میں بھی مجبوراً فرق پیدا ہو گیا ہے یہ سب باتیں ایک مخصوص مرکز کو چاہتی تھیں۔ اور الحمد للہ کہ ربوہ میں ہمیں ایسا مرکز میسر آ رہا ہے۔

لیکن ربوہ کا قیام اپنے اندر ایک خطرہ کا پہلو بھی رکھتا ہے اور وہ یہ کہ بعض لوگ غلطی سے درمیانی سیڑھی کو ہی بالائی منزل سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ اور یہ اندیشہ ہو سکتا ہے کہ ناعاقبت اندیش ربوہ کے مرکز کی وجہ سے قادیان کی بحالی کے لئے دعاؤں اور جدوجہد میں سست اور غافل نہ ہو جائے۔ اگر ایسا ہوا تو اسکی مثال ایسی ہو گی کہ گویا کوئی پیاسا گرتا پڑتا ایک چشمہ کے پاس تو پہنچ جائے مگر پھر آگے بڑھ کر اس کا پانی پینے کی بجائے اس کے کنارے کے پاس ہی بیٹھ کر وقت گذار دے۔ یقیناً قادیان ہی ہمارا مستقل اور دائمی مرکز ہے اور اس کے ساتھ جماعت کی ترقی ازل سے مقدر ہو چکی ہے۔ اسی لئے ان الذی فرض علیک القرآن والے الہام میں خدا نے قادیان کی واپسی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض و غایت کے ساتھ ملا کر بیان کیا ہے اور گویا ان الفاظ میں خدا تعالےٰ نے ایک رنگ میں قسم کھائی ہے کہ ہمیں تیری بعثت کی قسم ہے جو خدمت قرآن کے ساتھ وابستہ ہے کہ ہم تجھے پھر اس مرکز کی طرف واپس لے جائینگے جو احمدیت کی ترقی اور احیاء شریعت قرآنیہ کے لئے ازل سے مقدر ہو چکا ہے۔

پس اے ربوہ! جس کے نام میں بلندی کی نیک فال ملحوظ رکھی گئی ہے ہم دوہرے جذبات کے ساتھ تیرا خیر مقدم کرتے ہیں۔

(۱) تو وہ غیر ذی زرع وادی ہے جس میں احمدیت اور اشاعت اسلام کے پودے نے اس وقت تک جب تک کہ خدا کو منظور ہو نشوونما پانا ہے۔ اور ہمارا تجربہ بتاتا ہے کہ خدا کی یہی سنت ہے کہ جہاں اس نے دنیوی پودوں کے لئے زرخیز اور سرسبز و شاداب زمینوں کو بہترین گردانا ہے۔ وہاں روحانی پودوں کے لئے اس کی ازلی حکمت نے یہی فیصلہ کر رکھا ہے۔ کہ وہ کم از کم ابتداء میں بظاہر بنجر وادیوں میں زیادہ پروان چڑھتے ہیں۔

(۲) تو وہ صبح کا ستارہ ہے۔ جس کے پیچھے (بعض درمیانی امتحانوں کے باوجود) خدا کے چمکتے ہوئے سورج کا طلوع مقدر ہے۔ کیونکہ تو ہمارے امتحانوں کا دہ پُر اسرار مرحلہ ہے۔ جس کے پیچھے قادیان کی بحالی کا راز مخفی رکھا گیا ہے۔ پس گو ہم تیری ضرورت اور تیری قدر کو پہچانتے ہیں۔ مگر ہمارے دل تیرے پیچھے آنیوالی بھاری رحمت کے لئے بیقرار ہیں کیونکہ جیسا کہ ہمارے خدا نے فرمایا ہے وہی ہماری تقدیر کا مستقل نقش ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

خاکسار مرزا بشیر احمد آف قادیان
رتن باغ۔ لاہور ۹/۴/۴۹

ربوہ

تراُ بھی ہو گیا اونچا بڑا انشاں ربوہ
کہ تو بھی بن گیا انکا ہی آستاں ربوہ

یہاں بھی رحمتیں اسکی کیا کرینگی نزول
قریب ہو گیا تجھ سے بھی آسماں ربوہ

ترس رہا ہے جہاں جس کے قطرے قطرے کو
وہ چشمہ پھوٹنے والا ہے اب یہاں ربوہ

تری ہوائیں بھی جاں بخش ہو گئیں کہ یہاں
اتر پڑا ہے مسیحا کا کارواں ربوہ

تری زمین بھی آباد ہو گی سجدوں سے
تری فضا میں بھی گونجیگی اب اذاں ربوہ

ہر اک زمین کا کنارہ ہے تیرا حلقہ بگوش
کمندیں پہنچی ہیں تیری کہاں کہاں ربوہ

تنویر

ایک بے آب و گیاہ ویرانہ میں رُوحانی آبادی کا عجیب ماجرا

الٰہی نوشتوں کا پُر کیف ظہور اور اشاعت اسلام کی مستقل بنیاد

(از مکرم مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری فاضل پرنسپل جامعہ احمدیہ)

(۱)

قریباً چار ہزار برس گذرے کہ حضرت اسمٰعیل اور اُن کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ علیہما السلام کو وطن سے بے وطن ہونا پڑا۔ وہ فلسطین کی سرسبز و شاداب ارض مقدسہ کو چھوڑ کر ایک جنگل۔ بے آب و گیاہ وادی۔ اور چٹیل ویرانہ فاران میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ یہ سب کچھ خدائی مصلحتوں کے ماتحت ایک عظیم الشان مقصد کے لئے وقوع پذیر ہوا۔ قرآن مجید اس ہجرت اسمٰعیل کا مقصد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دعائیہ کلمات میں یوں بیان فرماتا ہے۔ "ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوٰۃ" (سورہ ابراہیم ع ۶)

اے ہمارے خدا میں اس ویرانہ میں اس بے آباد وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصہ کو تیرے قدیم گھر کے نشانات کے پاس آباد کرتا ہوں تا یہ تیری عبادت کو قائم کریں۔"

گویا اقامت صلوٰۃ وہ جامع مقصد ہے جس کے لئے حضرت اسمٰعیل اور اُن کی ذریت کو مکہ کی وادی میں بسایا گیا۔

(۲)

تورات میں اس واقعہ کی تفصیل بایں الفاظ مرقوم ہے:۔

"ابراہام نے صبح سویرے اُٹھ کر روٹی اور پانی کی ایک مشک لی۔ اور ہاجرہ کو اس کے کندھے پر دھر کر دی۔ اور اس لڑکے کو بھی اور اُسے رخصت کیا وہ روانہ ہوئی اور بیر سبع کے بیابان میں بھٹکتی پھرتی تھی۔ اور جب مشک کا پانی چک گیا۔ تب اُس نے اس لڑکے کو ایک جھاڑی کے نیچے ڈال دیا۔ اور آپ اس کے سامنے ایک تیر کے ٹپے پر دور جا بیٹھی کیونکہ اس نے کہا میں لڑکے کا مرنا نہ دیکھوں سو وہ سامنے بیٹھی اور چلا چلا کے روئی تب خدا نے اس لڑکے کی آواز سنی۔ اور خدا کے فرشتے نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا۔ اور اس سے کہا کہ اے ہاجرہ! تجھ کو کیا ہوا؟ مت ڈر کہ اس لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے خدا نے سُنی۔ اُٹھ اور لڑکے کو اُٹھا۔ اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کہ میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ پھر خدا نے اُس کی آنکھیں کھولیں۔ اور اُس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا اور جا کر اس مشک کو پانی سے بھر لیا۔ اور لڑکے کو پلایا۔ اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا۔ اور وہ بڑھا اور بیابان میں رہا۔ اور تیر انداز ہو گیا۔ اور وہ فاران کے بیابان میں رہا۔" (پیدائش $\frac{21}{14-21}$)

اس بیان سے بھی ظاہر ہے۔ کہ مشیت ایزدی میں شجرۂ اسمٰعیل کے لئے بیابان فاران میں ہی پنپنا مقدر تھا۔ اسمٰعیل کا بڑھنا اور نشوونما پانا اللہ تعالیٰ کی خاص حفاظت میں تھا۔

(۳)

اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ کو عظمت بخشی۔ ایسی عظمت کہ اس کی نظیر نہیں۔ اس مقدس شہر کی عظمت کی بنیاد اس بیت اللہ پر ہے جو رہتی دنیا تک مرجع خلائق رہیگا اور جہاں پر تمام سفید و سیاہ اور مشرقی و مغربی آستانہ الوہیت پر ناصیہ فرسا ہیں گے۔ اس بیت اللہ کی بنیاد تو ابتدائے آفرینش میں رکھی گئی تھی۔ مگر مرور زمانہ کے باعث ایسا موقعہ پیدا ہو گیا۔ کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کو اس گھر کے مقدس معمار بننے کا فخر حاصل ہوا۔ یہ سچ ہے کہ آئندہ دوسرا کعبہ نہیں بن سکتا۔ اور کعبہ والی عظمت کسی دوسرے شہر یا مقام کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ مگر اس کا کون انکار کر سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اس لئے مبعوث فرمایا ہے۔ تا ان کے اظلال کا سلسلہ دنیا میں جاری رہے۔ اور لوگ ان کے نقش قدم پر چل کر اللہ تعالیٰ کے فیضان پا سکیں۔ نابینا شاید اس حقیقت کا انکار کریں۔ مگر کوئی روحانی انسان اس صداقت کا انکار نہیں کر سکتا۔ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بروز انبیاء بنا کر اس حقیقت کا ایک اور واضح اظہار فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت ابراہیم کے نام سے بھی سرفراز فرمایا آپ خود بھی فرماتے ہیں ؎

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

(۴)

۱۸۸۶ء میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کو سن کر بشارت دی کہ تجھے ایک عظیم الشان فرزند بخشا جائے گا۔ چونکہ یہ فرزند قبولیت دعا کے طور پر تھا۔ اس لئے وہ اسمٰعیل تھا۔ کیونکہ اسمٰعیل کے معنے ہیں کہ خدا نے دعا سن لی۔ پھر جس طرح اسمٰعیل علیہ السلام کے متعلق آیا تھا کہ "خدا اُس کے ساتھ تھا" اسی طرح الہام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس موعود فرزند کا نام "عمانوایل" یعنی خدا ہمارے ساتھ ہے دکھا گیا۔ اس موعود اسمٰعیل کے شجرۂ طیبہ کا ذکر الہامات میں یوں آیا ہے۔

"یخرج ھمہ وغمہ دوحۃ اسمٰعیل"

(تذکرہ صفحہ ۵۳۹)

یہ فروری ۱۹۰۶ء کا الہام ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ بانی سلسلہ احمدیہ یا اس کی جماعت پر ہموم و غموم[۴۲۰] ہونگے دور کے بعد وہ زمانہ آجائے گا۔ جب شجرہ اسمٰعیل بڑھتے بڑھتے عظیم الشان درخت بن جائیگا اور دنیا کی قومیں اس کے سایہ تلے آرام پائیں گی۔ عربی زبان میں "دوحۃ" بہت بڑے درخت کو کہتے ہیں۔ الہامات میں ان تغیرات اور حوادث کو مخفی رکھا گیا ہے جن کے نتیجہ میں یہ غیر معمولی ترقی ہونے والی ہے۔ ہاں ان کے پیش خیمہ کے طور پر موعود اسمٰعیل کی ہجرت کو بطور رمز ذکر کیا گیا ہے ۱۹۴۷ء کے خونی تغیرات کے بعد جماعت احمدیہ کے بیشتر حصہ کو اپنے مقدس مرکز قادیان سے عارضی ہجرت کرنی پڑی۔ اور خود امام جماعت احمدیہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کو بھی قادیان سے باہر آنا پڑا۔ اس ہجرت میں حضرت ام المومنین علیہم السلام بھی شامل ہیں۔ اور اب حالات ایسے ہیں کہ جماعت کے پاکستانی مرکز کے لئے ایک بے گیاہ وادی ایک چٹیل میدان تجویز کیا جا رہا ہے۔ اور خدا کا نام لیکر ہمارا پیارا امام ایدہ اللہ بنصرہ وعانہ اعانۃ عظمی خدا پر ہی توکل کرتے ہوئے نئے مرکز کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ موعود اسمٰعیل کو خدا نے کشوف و رؤیا میں سات برس پہلے ہی اس مقام کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔ آئندہ ہونے والے واقعات کو پوری تفصیل سے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ مگر اس کے کلام سے ظاہر ہے کہ اب اس مقام سے "دوحۃ اسمٰعیل" کی صورت پیدا ہو گی۔ اور اس جگہ سے پیاسی دنیا کے لئے روحانی شیریں پانی مہیا کیا جائیگا۔ بنیاد اسلام اور احمدیت کی ترقی کے لئے ایک مستقل بنیاد ہو گی۔ یہ خدا کا ایک نشان ہے اور ساری قوموں کے لئے خدا کی طرف بلانے والی مستقل دعوت ہے۔"

وعلی اللہ توکلنا ھو مولانا نعم المولیٰ ونعم النصیر۔

(خاکسار:۔ ابو العطاء جالندھری)

ربوہ میں سب سے پہلی ٹرین کی آمد نہایت ایمان افروز اور روح افزا نظارے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام "جنگل میں منگل" کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آگیا

مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۴۹ء کی شام کو ربوہ کا نیا سٹیشن مکمل ہو چکا تھا۔ اور پلیٹ فارم بکنگ آفس اور سٹیشن کا تمام سٹاف یہاں پہنچ چکا تھا۔ عصر کی نماز کے بعد صدر ربوہ کمیٹی کی طرف سے تمام اسٹاف کے اعزاز میں چائے کی دعوت دی گئی۔ جس میں سٹیشن ماسٹر چوہدری محمد صدیق صاحب آف نارووال کا تعارف تمام افسران صیغہ جات سے کرایا گیا۔ اور گاڑیوں کے اوقات نیز جلسہ کے انتظامات کے متعلق گفتگو ہوتی رہی

نماز مغرب کے بعد اعلان کیا گیا۔ کہ صبح یکم اپریل ۱۹۴۹ء کو ۷ بجے پہلی گاڑی ربوہ سٹیشن پر کھڑی ہو گی۔ تمام دوست سٹیشن پر تشریف لائیں اور دعا میں شریک ہوں۔

علی الصبح ربوہ کے تمام دوست عورتیں۔ مرد اور بچے احمد نگر کے بھی اکثر احباب۔ اور جامعہ کے طلباء پلیٹ فارم پر پہنچ گئے۔ جہاں انہیں قطار در قطار کھڑا کیا گیا۔ تا کہ گاڑی کی آمد سے پہلے دعا شروع کی جائے۔ مکرم قاضی محمد عبد اللہ صاحب بھٹی ناظر ضیافت نے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ۳۱۳ صحابہ میں سے ہیں۔ دعا شروع کروائی۔ دو منٹ تک نہایت رقت و زاری کے ساتھ تمام دوستوں نے دعا کی۔ سٹیشن کا تمام عملہ مزدوروں سمیت دعا میں شامل ہوا۔ یہ نہایت ہی عجیب نظارہ تھا۔ کہ ایک لق و دق جنگل میں پہاڑیوں اور ٹیلوں کے درمیان دوست ہاتھ بلند کئے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے امن اور سلامتی کی دعا مانگ رہے تھے۔ تا کہ وہ خدا جس نے مدت سے اپنا چہرہ چھپا لیا ہے۔ اب دنیا کو حقیقی عرفان سے بہرہ اندوز کرے اور تمام بندوں پر رحم کرے۔

دعا ختم ہوئی اور دور سے گاڑی آتی دکھائی دی۔ تمام دوستوں نے فرط مسرت سے بے اختیار نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے۔ اور حضرت امیر المومنین زندہ باد۔ "مصلح موعود زندہ باد" کے فلک شگاف نعرے لگائے۔ چونکہ اس موقعہ پر ایک دوست کی خواہش تھی۔ کہ سب سے پہلے وہ ٹکٹ حاصل کریں۔ اس لئے ہم نے سٹیشن ماسٹر صاحب سے درخواست کی۔ کہ وہ ٹکٹ ہماری ہدایت کے ماتحت جاری کریں۔ چنانچہ انہوں نے کمال تعاون سے کام لیتے ہوئے سب سے پہلا ٹکٹ بغرض ریکارڈ عنایت فرمایا۔ یہ ٹکٹ انشاء اللہ ربوہ کمیٹی کے ریکارڈ میں محفوظ رہیگا کئی دوستوں نے ... اس ٹکٹ کو ہاتھ میں لیکر دعا کی۔ دوسرے ٹکٹ کے متعلق جو فیصلہ کیا گیا ہے وہ ایک ذوقی رنگ رکھتا ہے اور قابل ذکر ہے۔ دوست جانتے ہیں۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب وادی غیر ذی زرع کو آباد فرمایا تو سب سے پہلے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اس کی آبادی کی سعادت حاصل ہوئی چنانچہ یہاں بھی عجیب اتفاق ہوا۔ کہ کھڑکی کے سامنے ٹکٹ لینے والوں کی قطار بنی۔ اس میں سب سے پہلے ہمارے محترم دوست مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ... آڈیٹر تحریک جدید کھڑے تھے سٹیشن ماسٹر نے مسکرا کر انہیں دیکھا اور ٹکٹ دے دیا۔ لوگ کھڑکی پر ٹوٹے پڑتے تھے مگر سٹیشن ماسٹر صاحب نے مجھے کہا۔ کہ آپ کے سوال کا ایک لڑکا جنیوٹ سے صبح چھ بجے سے آ کر میرے دفتر میں بیٹھا ہے۔ کہ سب سے پہلا ٹکٹ اُسے دیا جائے اس لئے مناسب ہے کہ تیسرا ٹکٹ اسے دیا جائے چنانچہ تیسرا ٹکٹ اُس بچے کو دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اُس بچے کی عمر دراز کرے اور دین کے لئے جدوجہد کی توفیق دے گاڑی آئی۔ دوست اس میں سوار ہوئے۔ اور نعرہ ہائے تکبیر کے درمیان گاڑی چل دی۔ سٹیشن ماسٹر صاحب نے بتایا کہ سب سے پہلی ٹرین پر -/۷/۲۳ روپے کے ٹکٹ فروخت ہوئے ہیں۔

دوسری گاڑی اس کے معاً بعد جنیوٹ سے ربوہ آئی جس میں ہمارے تعلیم الاسلام ہائی سکول اور جماعت احمدیہ جنیوٹ کے بیسیوں احباب موجود تھے۔ اس گاڑی سے حضرت مفتی محمد صادق صاحب سلمہ ربہ بھی تشریف لائے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے تمام احباب سمیت سٹیشن سٹاف کے تمام ارکان کو مصافحہ کا شرف بخشا۔ جب تک ... ہوتی رہی گاڑی کھڑی رہی۔ پھر جب گارڈ، سٹیشن ماسٹر اور دیگر اصحاب مصافحہ کر چکے تو گاڑی روانہ ہوئی۔ اس طرح خدا تعالیٰ کے فضل سے ربوہ کے سٹیشن کی افتتاح کی رسم بخیر و خوبی انجام پذیر ہوئی۔ (عبد السلام اختر ایم اے صدر ربوہ کمیٹی)

قادیان سے ہجرت اور نئے مرکز کا قیام

نصف صدی قبل کی پیشگوئی جو لفظ بلفظ پوری ہوئی

از خورشید احمد

"قادیان سے جماعت احمدیہ کی ہجرت اور نئے مرکز ربوہ کے قیام سے طبعاً ایک ناواقف شخص کے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب قادیان کے متعلق یہ کہا جاتا ہے۔ کہ وہ خدائی ارادے اور منشار کے ماتحت سلسلہ احمدیہ کا دائمی مرکز مقرر کیا گیا ہے۔ تو پھر وہاں سے ہجرت کیوں کرنی پڑی؟ اور کیوں ربوہ میں اب نیا مرکز بنایا جا رہا ہے۔ کیا یہ امور نعوذ باللہ خدائی وعدوں کے غلط ہونے یا ان پر عدم یقین کا اظہار کرنے کے مترادف نہیں ہیں؟

ذیل کی سطور میں انہی شبہات کے متعلق کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

حق یہ ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کے اعتقاد اور یقین کے مطابق بلاشبہ قادیان کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا مرکز بنایا۔ اسکی ترقی کے متعلق بہت سی بشارتیں دیں۔ اور انہی بشارتوں کی بنا پر حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قادیان کو سلسلے کا دائمی مرکز مقرر فرمایا۔ لیکن خدائی وعدوں اور بشارتوں میں ایک لفظ بھی ایسا موجود نہیں ہے۔ جس میں یہ کہا گیا ہو۔ کہ قادیان کی اس مرکزی حیثیت میں کبھی بھی کوئی وقفہ یا رخنہ واقع نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کے برعکس خدائی الہامات میں اس امر کی واضح اور صاف خبریں موجود ہیں۔ کہ عارضی طور پر قادیان کو ضرور چھوڑنا پڑے گا۔ اور اس طرح اسکی مرکزی حیثیت میں کچھ عرصہ کے لئے ضرور رخنہ پیدا ہو جائیگا۔ لیکن بالآخر یہ روکیں دور ہونگی۔ اور قادیان پہلے سے بھی زیادہ شان و شوکت کے ساتھ مستقل طور پر جماعت احمدیہ کا مرکز قرار پائے گا۔ انشاء اللہ۔ بطور مثال چند ایک الہامات و رویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دو دفعہ قرآن مجید کی یہ آیت الہاماً نازل فرمائی۔ ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد (تذکرہ صفحہ ۲۹۵)

یعنی وہ خدا جس نے تیرے سپرد خدمت قرآن کا کام کیا ہے۔ وہ تجھے ضرور بالضرور تیرے مرکز میں تجھے واپس لائے گا۔ (واضح رہے کہ یہ آیت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہجرت سے قبل نازل ہوئی تھی)

(۲) حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی ایک رویا کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"میں کسی اور جگہ ہوں۔ اور قادیان کی طرف آنا چاہتا ہوں۔ ایک دو آدمی ساتھ ہیں۔ کسی نے کہا راستہ بند ہے۔ ایک بڑا بحر زخار (بہت بڑا سمندر) چل رہا ہے۔ میں نے دیکھا کہ واقع میں کوئی دریا نہیں بلکہ ایک بڑا سمندر ہے جیسے سانپ چلا کرتا ہے۔ ہم واپس چلے آئے۔ کہ ابھی راستہ نہیں۔ اور یہ راہ بڑا خوفناک ہے۔" (تذکرہ صفحہ ۲۸۱)

(۳) حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی ایک اور رویا بیان فرماتے ہیں:-

"دیکھا کہ میں مصر کے دریائے نیل پر کھڑا ہوں اور میرے ساتھ بہت سے بنی اسرائیل ہیں۔ اور میں اپنے آپ کو موسیٰ سمجھتا ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم بھاگے چلے آتے ہیں۔ نظر اٹھا کر پیچھے دیکھا تو معلوم ہوا۔ کہ فرعون ایک لشکر کثیر کے ساتھ ہمارے تعاقب میں ہے۔ اور اس کے ساتھ بہت سا سامان مثل گھوڑے۔ گاڑیوں۔ رتھوں وغیرہ کے ہے۔ اور وہ ہمارے بہت قریب آگیا ہے۔ میرے ساتھی بنی اسرائیل بہت گھبرائے ہوئے ہیں۔ اور اکثر ان میں سے بے دل ہو گئے ہیں۔ اور بلند آواز سے چلاتے ہیں۔ کہ اے موسیٰ ہم پکڑے گئے۔ تو میں نے بلند آواز سے کہا۔ کلا ان معی ربی سیھدین (یعنی فرعون ہرگز قابو نہیں پائے گا۔ اور میرا رب کوئی نہ کوئی راہ نجات ضرور پیدا فرما دیگا)" (تذکرہ صفحہ ۲۲۹)

(۴) ۲۲ دسمبر ۱۹۰۲ء کو آپ پر الہام نازل ہوا "یاتی علیک زمن کمثل زمن موسیٰ۔ (یعنی تم پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے۔ جو موسیٰ کے زمانہ کی طرح ہوگا۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے نظارہ کے متعلق ایک مفصل اور واضح خواب بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھائی جو حضور نے اپنی تصنیف آئینہ کمالات اسلام میں بزبان عربی درج فرمائی ہے۔ اس خواب کے ایک حصے کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے:-

"اچانک میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ہزاروں لوگ گھوڑوں پر سوار ہیں۔ وہ میری طرف تیزی سے آرہے ہیں۔ .... میں ان کی طرف قریب ہوا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ وہ پھٹے پرانے میلے کچیلے کپڑوں والے مکروہ شکل لوگ ہیں۔ ان کی وضع قطع مشرکوں کی سی ہے۔ اور ان کا پہناوا نافرمان قانون شکن لوگوں کی طرح ہے .... مجھے سخت گھبراہٹ ہوئی۔ اور میں بے قرار ہو گیا۔ اور میں سمجھ گیا۔ کہ وہ میرے پھلوں کی بربادی اور میری شاخیں توڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ میں ان کی طرف جلدی سے بڑھا۔ اور مجھے خیال آیا۔ کہ یہ وقت ہولناک مصیبتوں کا ہے۔ اور یہ کہ میری زمین دشمنوں کا وطن بن گئی ہے۔ میں نے اپنے دل میں کمزوروں اور خوفزدہ لوگوں کی طرح ڈر محسوس کیا۔ میں باغ کی طرف گیا۔ تاکہ حقیقت معلوم کروں۔ جب میں اپنے باغ میں داخل ہوا۔ اور ادھر ادھر نگاہ دوڑا کر بغور دیکھا اور ان کے اصل مقام کا پتہ لگانا چاہا۔ تو میں نے فاصلہ پر دیکھا۔ کہ وہ میرے باغ کے وسط میں مردوں کی طرح گرے پڑے ہیں۔ تب میری گھبراہٹ دور ہوئی۔ اور مجھے چین آیا۔ .... اور میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور میں کہہ رہا تھا۔ کہ اے میرے رب تیری راہ میں میری جان قربان ہو۔ تو نے مجھ پر رحم کیا۔ اور اپنے بندے کی ایسی نصرت فرمائی ہے۔ کہ جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۶۲۲)

مندرجہ بالا الہامات و رویا آج سے کم و بیش نصف صدی قبل کے ہیں۔ اور اسی زمانہ میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے انہیں شائع فرما دیا تھا۔

یہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات یا رویا ہیں جو قادیان سے ہجرت کے متعلق ہیں۔ ان کے علاوہ جماعت احمدیہ کے موجودہ امام اور خلیفہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کو بھی اللہ تعالیٰ نے مختلف رویا میں قادیان سے ہجرت کی تفصیلی اطلاعات دیں۔ بطور مثال حضور کی ایک رویا کا صرف ایک حصہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں۔

"یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ یکدم غنیم حملہ کر کے آگیا ہے اور اس غنیم سے حملہ کے مقابلہ کے لئے ہم سب لوگ تیاری کر رہے ہیں۔ ..... ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ دشمن غالب آگیا ہے۔ اور ہمیں وہ جگہ چھوڑنی پڑی ہے۔ ... اتنے میں میں نے دیکھا۔ کہ شیخ محمد نصیب صاحب آگئے ہیں۔ میں اس وقت مکان کے دروازہ کے سامنے کھڑا ہوں۔ انہوں نے مجھے سلام کیا۔ میں نے ان سے کہا۔ کہ لڑائی کا کیا حال ہے۔ انہوں نے کہا۔ دشمن غالب آگیا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ مسجد مبارک کا کیا حال ہے انہوں نے اس کا یہ جواب دیا۔ کہ مسجد مبارک کا حلقہ اب تک لڑ رہا ہے۔ میں نے کہا۔ اگر مسجد مبارک کا حلقہ اب تک لڑ رہا ہے۔ تب تو کامیابی کی امید ہے۔" (الفضل ۱۹۴۱ء)

مندرجہ بالا الہامات و رویا میں اللہ تعالیٰ نے نہایت وضاحت کے ساتھ مندرجہ ذیل امور کی خبریں دی تھیں:-

(۱) جس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو، صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مکہ معظمہ سے ہجرت کرنا پڑی تھی۔ اسی طرح مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کو بھی اپنے مرکز سے ہجرت کرنا پڑے گی۔

(۲) جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو فرعون کے مظالم سے تنگ آکر بھاگنا پڑا تھا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کو بھی بے گھر ہونا پڑیگا۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کا بھی ایک لشکر کثیر تعاقب کرے گا۔ اور حالت ایسی نازک صورت اختیار کرلیگی۔ کہ ان میں سے بہت سے بد دل ہو جائیں گے۔ اور یہ سمجھ لیں گے۔ کہ "ہم پکڑے گئے۔"

(۴) ایسے حالات پیدا ہو جائیں گے۔ جن میں نہ صرف یہ کہ جماعت کو قادیان چھوڑنا پڑے گا۔ بلکہ قادیان آنے کا راستہ بھی ان کے لئے "بڑا خوفناک" ہو جائیگا۔

(۵) حملہ آور ایک ایسی قوم میں سے ہوں گے۔ جو مکروہ شکل۔ بوسیدہ اور میلے کچیلے لباس میں ملبوس۔ گندے اخلاق والے اور قانون شکن اور فسادی ہوں گے۔

(۶) قادیان کی سرزمین ان حملہ کرنے والے لوگوں کا وطن بن جائے گی۔

(۷) قادیان دشمن کے قبضہ میں چلا جائیگا۔ لیکن اس کا ایک محلہ یعنی حلقہ مسجد مبارک احمدیوں کے قبضہ میں رہے گا۔

رؤیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں قادیان سے ہجرت کا ذکر

(۱) "میں کسی اور جگہ ہوں۔ اور قادیان کی طرف آنا چاہتا ہوں ایک دو آدمی ساتھ ہیں۔ کسی نے کہا راستہ بند ہے اور ایک بڑا بحر زخار چل رہا ہے۔"

(۲) "میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ہزاروں لوگ گھوڑوں پر سوار ہیں۔ اور میری طرف تیزی سے آرہے ہیں۔ .... وہ پھٹے پرانے میلے کچیلے کپڑوں والے مکروہ شکل لوگ ہیں ان کی وضع قطع مشرکوں کی سی ہے .... مجھے خیال آیا کہ یہ وقت ہولناک فتنوں کا ہے۔ اور یہ کہ میری زمین دشمنوں کا وطن بن گئی ہے۔"

(۸) یہ تمام حالات عارضی ثابت ہوں گے۔ جس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کے بعد فاتحانہ طور پر مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تھے۔ اسی طرح قادیان بھی بالآخر واپس ملے گا اور دشمن مغلوب ہوگا۔ اور قادیان کی واپسی ایسی ناگہانی ہوگی۔ اور اللہ تعالےٰ ایسے حیرت انگیز رنگ میں جماعت کی مدد کرے گا۔ کہ مومنین کی آنکھوں سے فرطِ خوشی سے بے اختیار آنسو جاری ہو جائیں گے۔

یہ وہ آٹھ باتیں ہیں۔ جن کی مندرجہ بالا الہامات و رؤیا میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہایت واضح طور پر خبر دی گئی تھی۔ ان میں سے سات باتیں لفظ بلفظ پوری ہو چکی ہیں۔ چنانچہ

(۱) قادیان سے ہجرت کرنی پڑی (۲) غیر مسلموں کے مظالم سے تنگ آکر جماعت احمدیہ کو قادیان سے نکلنا پڑا۔ (۳) قادیان جانے کا راستہ حد درجہ خطرناک ہوگیا۔ (۴) ہزاروں کی تعداد میں دشمن نے جماعت پر حملہ کیا۔ اور ایسے نازک حالات ہوگئے۔ کہ بظاہر یہی نظر آتا تھا۔ کہ "ہم کڑھے سے گئے"۔ (۵) حملہ آور فی الحقیقت گونہ شکل، بوسیدہ اور میلے کچیلے لباس میں ملبوس، گندے اخلاق والے اور قانون شکن تھے۔ (۶) قادیان کی سرزمین عارضی طور پر حملہ آوروں کا وطن بن گئی ہے۔ (۷) سارے قادیان پر ان کا قبضہ ہے مگر حلقہ مسجد مبارک اب تک جماعت احمدیہ کے پاس ہے۔ اور وہاں سے پانچ وقت اللہ تعالےٰ کی توحید کی آواز بلند ہوتی ہے۔

(۸) جس طرح یہ سات باتیں نہایت حیرت انگیز رنگ میں لفظ بلفظ پوری ہو چکی ہیں۔ اس طرح ہمیں پورا یقین ہے۔ کہ انشاء اللہ اپنے وقت پر آٹھویں بات بھی پوری ہوگی۔ اور جماعت احمدیہ فتحمندی کے ساتھ قادیان میں داخل ہوگی۔ دشمن مغلوب ہوگا۔ اور پہلے سے زیادہ شان و شوکت سے وہاں سے اشاعت اسلام کا کام شروع ہوگا۔

گو اللہ تعالےٰ کی طرف سے دی ہوئی خبروں کو بالعموم ان کے وقوع پذیر ہونے سے قبل تفصیلی طور پر سمجھنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ لیکن قادیان سے ہجرت کی پیشگوئی ایسی صاف اور واضح تھی۔ کہ ہجرت سے سالہا سال قبل بھی جماعت احمدیہ کے بالغ نظر راہنما یہ سمجھتے تھے۔ کہ ہمیں کسی نہ کسی دن قادیان چھوڑنا پڑے گا۔ چنانچہ ۱۹۳۸ء میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے نے سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں ایک خط لکھا وہ خط اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس کا جواب درج ذیل کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیدنا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

"آج کل میں تذکرہ کا کسی قدر غور سے مطالعہ کر رہا ہوں۔ مجھے بعض الہامات وغیرہ سے یہ محسوس ہوتا ہے۔ کہ شاید جماعت احمدیہ پر یہ وقت آنے والا ہے۔ کہ اسے عارضی طور پر مرکز سلسلہ سے نکلنا پڑے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ صورتِ حال غالباً گورنمنٹ کی طرف سے پیدا ہو جائے گی۔ اگر میرا یہ خیال درست ہو۔ تو اس وقت کے پیش نظر ہمیں کچھ تیاری کرنی چاہیئے۔ مثلاً مذہبی اور قومی یادگاروں اور شعائر اللہ کی حفاظت کا انتظام وغیرہ۔ تا اگر ایسا وقت مقدر ہے۔ تو جماعت کے پیچھے ان کی حفاظت رہے اور نشانات محفوظ رہیں۔ اسی طرح دوسری باتیں سوچ رکھنی چاہئیں۔ فقط والسلام۔

مرزا بشیر احمد ۳۸/۲۶"

اس خط پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یہ نوٹ تحریر فرمایا:-

"عزیز مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میں تو بیس سال سے یہ بات کہہ رہا ہوں حق یہ ہے۔ کہ جماعت اب تک اپنی پوزیشن کو نہیں سمجھی۔ ابھی ایک ماہ ہوا۔ میں اسی سوال پر غور کر رہا تھا۔ کہ مسجد اقصیٰ وغیرہ کے لئے گہرے زمین دوز نشان لگائے جائیں۔ جس سے دوبارہ مسجد تعمیر ہو سکے۔ اسی طرح چاروں کونوں پر دور دور مقامات پر مستقل زمین دوز نشانات رکھے جائیں۔ جن کا راز مختلف ممالک میں محفوظ کر دیا جائے۔ تا کہ اگر ان مقامات پر دشمن حملہ کرے۔ تو ان کو ازسرِ نو اپنی اصلی جگہ پر تعمیر کیا جا سکے۔ پاسپورٹوں کا سوال بھی اسی پر مبنی تھا"

(دستخط مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح)

مندرجہ بالا سطور کا ایک ایک لفظ بتا رہا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کے راہنما ہجرت سے سالہا سال قبل بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات و رؤیا کی روشنی میں یہ "سمجھتے" اور جانتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت ہمیں کسی نہ کسی دن قادیان چھوڑنا پڑے گا۔

ظاہر ہے۔ کہ جب قادیان سے ہجرت کی پیشگوئی کی ایک ایک شق اپنی پوری تفصیل کے ساتھ حیرت انگیز رنگ میں پوری ہو چکی ہے۔ تو اس پیشگوئی کے اس حصہ کے پورا ہونے میں تو کسی احمدی کو شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ جس میں قادیان میں دوبارہ داخلہ کی بشارت دی گئی ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ جب قادیان میں دوبارہ داخلہ قطعی اور یقینی ہے۔ تو پھر ربوہ کے نام سے نیا مرکز کیوں تعمیر کیا جا رہا ہے؟ سو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ نئے مرکز کی تعمیر بھی اللہ تعالےٰ کے اشارہ اور منشاء سے کی جا رہی ہے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے جس رؤیا میں قادیان سے نکلنے اور حلقہ مسجد مبارک کے محفوظ رہنے کا نظارہ دیکھا۔ اسی میں حضور نے یہ بھی دیکھا کہ

"ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ دشمن غالب آگیا ہے۔ اور ہمیں وہ جگہ چھوڑنی پڑی ہے۔ باہر نکل کر ہم حیران ہیں کہ کس جگہ جائیں اور کہاں جا کر اپنی حفاظت کا سامان کریں۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا۔ میں آپ کو ایک جگہ بتاتا ہوں۔ آپ پہاڑوں پر چلیں ..... میں کہتا ہوں بہت اچھا۔ چنانچہ میں گائڈ کو لیکر پیدل چل پڑتا ہوں۔ ایک دو اور دوست بھی میرے ساتھ ہیں۔ چلتے چلتے ہم پہاڑیوں کی چوٹیوں پر پہنچ گئے۔ مگر وہ ایسی چوٹیاں ہیں۔ جو ہموار ہیں۔ اس طرح نہیں کہ کوئی چوٹی اونچی ہو۔ اور کوئی نیچی۔ جیسے عام طور پر پہاڑوں کی چوٹیاں ہوتی ہیں۔ بلکہ وہ سب ہموار ہیں۔ جس کے نتیجہ میں پہاڑ پر ایک میدان سا پیدا ہو گیا ہے۔"

حضور کی یہ خواب ان الفاظ پر ختم ہوتی ہے۔

"میں انتظام کرنے کے لئے اٹھا اور چاہا کہ کوئی مرکز تلاش کروں۔ کہ میری آنکھ کھل گئی۔"

اس رؤیا میں صاف طور پر یہ نظارہ دکھایا گیا ہے۔ کہ حضور نیا مرکز تلاش کرتے ہوئے ایک ایسے مقام پر پہنچے ہیں جہاں پر کچھ ایسی پہاڑیوں کا سلسلہ بھی ہے جن پر "ایک میدان سا پیدا ہو گیا ہے"۔

اس رؤیا کے مطابق ربوہ میں مرکز تعمیر ہو رہا ہے۔ جن لوگوں نے ربوہ کا مقام دیکھا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ رؤیا والے نظارہ سے یہ مقام کتنا ملتا جلتا ہے۔

غرض قادیان سے ہماری ہجرت اور نئے مرکز کا قیام یہ سب کچھ الٰہی مشیت اور حکمت کے ماتحت ہوا۔ اور آج سے نصف صدی قبل ان واقعات کی تفصیلی اطلاع اللہ تعالےٰ نے دے دی تھی۔ گو یہ واقعات ہمارے لئے عظیم صدمہ اور نقصان کا موجب ہوئے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے اپنے مومن بندوں کو جب کسی ابتلا میں سے گذارتا ہے۔ تو خوشی اور اطمینان کے بعض پہلو بھی ضرور رکھدیا کرتا ہے۔ اسی سنت کے مطابق اللہ تعالےٰ نے ہجرت کے ان واقعات کی خبر دی۔ جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتے تھے۔ تا احمدیت کی صداقت کا ایک نشان قائم ہو۔ اور جب ہجرت ہو۔ تو مومنین کے دل رنج و اندوہ کے ساتھ ساتھ خوشی بھی محسوس کریں۔ کہ ہمارے خدا کی بات پوری ہوئی۔ اور اس کے ساتھ ہی ان کے قلوب اس یقین سے بھی لبریز ہو جائیں۔ کہ جس خدا نے ہجرت کی خبر پوری کی وہ یقیناً قادیان میں دوبارہ واپسی کی بشارت بھی پوری کریگا۔

الغرض قادیان سے ہجرت کی پیشگوئی عظیم الشان دلیل ہے اللہ تعالےٰ کی ہستی کی کیونکہ کوئی شخص بجز اللہ تعالےٰ کی مدد کے ہجرت کے یہ واقعات قبل از وقت نہیں بتا سکتا۔

قادیان سے ہجرت ایک عظیم الشان ثبوت ہے اسلام کی صداقت کا۔ کیونکہ آج اسلام سے باہر کوئی شخص آنے والے واقعات کی اس طرح خبر نہیں دے سکتا۔

قادیان سے ہجرت ایک عظیم الشان نشان ہے احمدیت کی صداقت کا۔ کیونکہ احمدیت کو قبول کئے بغیر آج روئے زمین پر کوئی شخص اس طرح غیب کی خبریں نہیں بتا سکتا۔

قادیان سے ہجرت ایک عظیم الشان نشان ہے خلافت ثانیہ کی صداقت کا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کو ہجرت کے واقعات کی اطلاع دے کر بتا دیا۔ کہ آج یہی میرا محبوب اور مقرب بندہ ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

لیکن وہ صاحبِ عزم بلند اپنی بات پر اڑا رہا۔ اس نے کہا بلا سے اگر یہاں گرمی بلا کی پڑتی ہے اور پانی میں مٹھاس کم ہے۔ تم دیکھو گے ہم اسی بے آب و گیاہ خطۂ ارض کو رشکِ صد گلزار بنا کر رکھ دیں گے۔ تم ہمیں کچی اینٹوں اور گارے کے چھوٹے چھوٹے گھروندے بنانے کی اجازت دیدو ان کو چار چاند لگانا ہمارا ذمہ۔ ہم اپنی جھونپڑیوں کی دیواروں چھتوں اور دریچوں پر اللہ تعالیٰ کی برکات کے نور کا ایسا رنگ و روغن کریں گے۔ کہ ان کی درزوں اور دراڑوں سے چھن کر آنے والی بادِ تند و تیز بھی نسیم سبک خرام کے اثرات سے لبریز ہو جائیگی

ربوہ — صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا مرکز

ان خاک آلود جبینوں کو تقدیر بدلنا آتا ہے
ہم ریت کے ادنیٰ ذروں کو ہمتابِ ثریا کر لیں گے (ثاقب)

سنہ ۱۹۴۷ء کے وسط میں جب ظاہر بین نگاہیں محض یہ دیکھ رہی تھیں۔ کہ ہندوستان کی سیاسی کاوشیں سرخرو ہو رہی ہیں۔ اور ان کی ان تھک مساعی کا صلہ آزادی جیسی نعمت غیر مترقبہ کی شکل میں ملنے والا ہے عین اس وقت جب اس ملک میں بسنے والی قوم کا ہر فرد اپنی اپنی ثقافت اور اپنے اپنے تمدن کو عروج پر پہنچانے کے خواب دیکھنے میں مصروف تھا۔ تعصب اور خودغرضی کے اندھے دیوؤں نے انسانیت کو ایک نہایت ہی بلند مقام سے کچھ اس زور سے دھکا دیا کہ اس کے کائنات کو زینتیں بخشنے والے تمام جوہر ریزہ ریزہ ہو گئے۔ اخوت۔ مروت۔ مساوات اور بھائی چارے کی بنیادیں لرزہ براندام ہو گئیں۔ الغرض یک جہتی و یکجائی کا کوئی سنگ میل اپنے مقام پر جما نہ رہ سکا بس ظلم اور بربریت کا ایک ایسا ریلا آیا۔ جو ان تمام موتیوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے گیا۔ نفرت و غیریت کے دریا کا ایک ایسا بند ٹوٹا اور جنون کے ابلتے ہوئے لاوے نے انسانی آبادیوں پر وہ خونی یلغار کی۔ کہ انسانی شرافت اور نسوانی تقدیس جل بھن کر خاک سیاہ ہو گئے۔

اس کس مپرسی اور بے بسی کے عالم میں سینکڑوں ہزاروں بلکہ لاکھوں خانماں ویرانوں کے یہ قافلے گرتے پڑتے پاک پنجاب کی سرحد پر پہنچے۔ ان پر عجیب دیوانگی کا سا عالم طاری تھا۔ حواس مختل تھے۔ چہروں کی شگفتگی عنقا اور داغوں کی جلا ماند۔ وہ چاہتے تھے اپنے زخموں کا مداوا فوری طور پر۔ خواہ وہ عارضی ہی کیوں نہ ہو۔ وہ کوئی بھی بات سوچنے سے قاصر تھے۔ وقت نے ان کی نگاہوں کے سامنے کچھ اس تیزی سے کروٹیں بدلی تھیں۔ کہ اب انہیں ذرا سی دیر بھی مصائب کا بہت بڑا پیش خیمہ نظر آتی تھی۔

لیکن دوسری طرف وہ جس گھاٹ آ کر لگے۔ وہاں کے باسیوں کا انداز ہی کچھ اور تھا۔ عوام مال و منال کے فراہم کرنے میں مصروف تھے۔ اور خواص و اکابر اناڑی وہ بھی ان کے ساتھ ہی جذبات کی رو میں بہ گئے۔ عارضی آرام کو دائمی پر ترجیح دے دی گئی۔ ہر ایک کو جہاں سینگ سمائیں جم جانے کی اجازت مل گئی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ پریشان کر کے بھگائے ہوئے ان آہوؤں کی ایک ایک ڈار سینکڑوں ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر رہ گئی۔

دیکھنے والوں نے دیکھا کہ ان خلق کے روندے ہوئے خانماں ویرانوں میں ایک قافلہ ایسا بھی پہونچا۔ جو مال و منال سے کلیۃً بے نیاز تھا۔ اپنے وطن سے نکلتے وقت ناموس کے کچھ کے بھی۔ جسے مقابلۃً بہت کم ملے تھے۔ لیکن پژمردہ اور اداس تھا۔ دوسروں سے بھی زیادہ ان کے چہروں پر انتہائی کرب کی نمود اس بات کی شاہد تھی۔ کہ انہیں کوئی ناقابل تلافی نقصان پہونچا ہے۔ کوئی ناقابل برداشت صدمہ۔ جس کا کوئی صلہ نہیں ہو سکتا۔ ایسا زخم جس کا کوئی مرہم نہیں۔

یہ قادیان (دارالامان) سے نکلے ہوؤں کا قافلہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی اس پاک بستی سے جدا ہونے والوں کا قافلہ جس میں دین محمدی کو از سر نو اقصائے عالم پر آشکار کرنے کے لئے مسیح محمدی اترا جس میں وہ ماہ نو کھیلا۔ جس نے اس بے آباد بستی کو وہ چار چاند لگا دیئے کہ چار دانگ میں اس کی دھاک بیٹھ گئی۔

حکومت نے ہر ممکن کوشش سے ان لوگوں کو اچھی طرح بھی آباد کیا۔ وہ بھی اپنی قومی روایات اور قبائلی وقار کو قائم نہ رکھ سکے۔ لیکن ان لوگوں کے پیش نظر تو ان دونوں چیزوں سے بالا کوئی شے تھی۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لئے مرکز کی تلاش جس میں علم و عرفان محمدی کے سوتے پھوٹیں۔ جہاں سے ایک بار پھر وہی دلدوز اور روح پرور صدائے سنائی دے جو

قلب کو گرما دے اور روح کو تڑپا دے

چنانچہ ایک بلند اور بالغ نگاہ شاندار کوٹھیوں زرخیز زمینوں اور عالیشان محلوں سے بے نیاز ہو کر اس گتھلک کو وا کرنے کے متعلق مسلسل سوچتی رہی۔ اس کی ایک ہی خواہش تھی۔ کہ کسی نہ کسی ممکن صورت سے مسیح محمدی کی یہ منتشر بھیڑیں، جو خدا کی آج سے چالیس سال پیشتر دی ہوئی خبر "داغ ہجرت" کے مطابق بکھر چکی ہیں آپ پھر اکٹھی ہو جائیں اور پروانے ایک بار پھر دیوانہ وار شمع روحانی کا طواف کرتے ہوئے نظر آئیں۔

چنانچہ اس کی نگاہ ایک ایسے بے آب و گیاہ قطعہ ارضی پر پڑی۔ جس کی زمین زرخیز نہیں جہاں واقعی بلا کی گرمی پڑتی ہے۔ جہاں کے پانی میں مٹھاس نہیں۔ اور گردو پیش میں سایہ دار درختوں کا فقدان ہے۔ چنانچہ جب تمام آسائشوں پر لات مارتے ہوئے اس اولوالعزم نے پہاڑیوں میں گھرے ہوئے اس چٹیل میدان کو چنا تو حکومت کے کارکنوں نے بھی اسے ان تمام نقائص سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

کرنا پڑے گا خاک کو اکسیر دیکھ لو
ذروں کو آفتاب بنانے لگو ہو تم

لیکن وہ مرد حق پرست و صاحب عزم بلند اپنی بات پر اڑا رہا۔ اس نے کہا بلا سے اگر یہاں بلا کی گرمی پڑتی ہے۔ اور پانی میں مٹھاس کم ہے تم دیکھو گے ہم اسی بے آب و گیاہ قطعہ ارض کو رشک صد گلزار بنا کر رکھ دیں گے۔ تم ہمیں صرف کچی اینٹوں اور گارے کے چھوٹے گھروندے بنانے کی اجازت دے دو۔ ان کو چار چاند لگانا ہمارا ذمہ۔

ہم اپنی جھونپڑوں کی دیواروں چھتوں اور دریچوں پر اللہ تعالیٰ کی برکات کے نور کا کچھ ایسا رنگ و روغن کریں گے۔ کہ ان کی درزوں اور دراڑوں سے چھن کر آنے والی بادِ تند و تیز بھی نسیم سبک خرام کے اثرات سے لبریز ہو جائیگی

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اسی بے آب و گیاہ چٹیل میدان میں ڈیرے لگ دیئے گئے خیمے نصب ہو گئے۔ دفاتر کھل گئے۔ اور اس چٹیل میدان کا نام اللہ تعالیٰ کی بشارتوں کی روشنی میں ربوہ قرار پایا۔ جس میں گو گرمی زیادہ ہے۔ اور جس کی زمین بھی ابھی تک زرخیز نہیں۔ لیکن جس کی خاک کے ذروں کو اس خدا ئے لایزال نے اس طرح نوازا۔ کہ اب آپ وہاں قادیان (دارالامان) کی طرح کا ہجوم خلق کا ایمان افروز نظارہ دیکھ رہے ہیں۔ گویا وہ عقدہ جسے بڑے بڑے منصوبہ باز حل نہ کر سکے۔ وہ گتھلک جو بڑے بڑے مین میخ نکالنے والوں سے وا نہ ہو سکی وہ صرف ایک مرد مومن کی ایک جنبش نگاہ سے سر ہو گئی۔ اور ایک اولوالعزم نے خذف ریزوں پر ایک نظر ڈال کر انہیں رشک صد لعل بدخشاں بنا دیا۔ اب یہاں دکھیوں کے دکھوں کا مداوا ہو گا۔ بے آسروں کو سہارا دیا جائے گا۔ اور زخموں سے چور اور ظلموں سے رنجور مرہم پائیں گے۔

ربوہ خدا اس کے گردو پیش کو میٹھے اور شہد جیسے پانی کے چشموں سے معمور کر دے۔
اب اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کی جائے قیام ہو گا۔ چنیوٹ سے چھ میل پر جھلار کے پتھریلے پنگوڑے میں لیٹا ہوا یہ چٹیل میدان جس سے بارہ میل دور کبھی بادِ عشق کے رسیوں کو یوگ دان ملا کرتا تھا۔ اب صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا مرکز کہلائیگا۔ اب یہاں سے اسلام کا پرچم بلند کیا جائیگا اور یہاں تشنہ لبوں کو ایمان اور طمانیت کی نعمت عطا کریگی۔

دین محمدی کے تمام شیدا دیوانہ وار سینکڑوں بلکہ ہزاروں تک یہاں پہنچیں۔ اور ان کے ذرے ذرے کو اپنی عبادتوں اور سجدوں سے سرفراز کرتے رہیں گے۔ اس لئے نہیں کہ ربوہ پاکستان میں ایک نیا شہر بننے والا ہے بلکہ اس لئے کہ ساری اسلامی دنیا کے لئے یہی ایک ایسا مرکز ہے۔

جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی

زمین کے کناروں تک مسیح موعود علیہ السلام کے پیغام کی اشاعت

(۱)

خلافت ثانیہ کے مبارک دور زرین عہد کا زریں ترین کارنامہ کہ جس نے ایک دنیا کو محو حیرت بنا رکھا ہے۔ یہ ہے کہ حضرت المصلح الموعود ایدہ الودود کی زیر ہدایت احمدیت کا پیغام زمین کے کناروں تک پہنچا دیا گیا ہے۔ دنیا کے کونے کونے میں آج ابراہیم ثانی کے پرندے محو پرواز ہیں۔ اور اپنے دلنواز نغموں سے اقوام عالم کو مسرت و تنجود بنا رہے ہیں۔ وہ کونسا قابل ذکر علاقہ ہے۔ جو آج مبلغین احمدیت کی دسترس سے باہر ہے یا جس ان کے میدان عمل میں درجہ شمول حاصل نہیں۔ پہاڑ ہوں یا میدان۔ جنگل ہوں یا ریگستان۔ الغرض ہر جگہ حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کے خادم اور ایلچی اعلاء کلمۃ الحق کے اہم ترین فریضہ کی ادائیگی میں مصروف ہیں

ابھی حال ہی میں دنیا ایک خونین انقلاب سے دوچار ہوئی پہلے جنگ عظیم نے دنیا کے تمدنی اقتصادی اور سیاسی نظام کو درہم برہم کیا۔ پھر اس ملک کی نوبت بھی آئی۔ اور آزادی ایک ایسی بربادی اپنے ساتھ لائی۔ کہ جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہ سب کچھ ہوا۔ لیکن جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی میں ذرا فرق نہ آیا۔ جماعت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کے الہامات اور رویاء و کشوف کے مطابق عارضی طور پر اپنے مرکز سے نکلنا پڑا۔ اور اس دوران میں بے اندازہ مالی نقصان اٹھانا پڑا۔ لیکن یہ مالی نقصان اور مرکز سے بے مرکز ہونا جماعت احمدیہ کے مقصد حیات اور اس کے ذرائع حصول پر کچھ اثر انداز نہ ہوسکا۔ محض رعایت اسباب پر نگاہ رکھنے والا ہر دنیادار یہ کہہ رہا تھا کہ (نعوذ باللہ) یہ جماعت اب ختم ہوجائے گی۔ اور اپنی ان شاندار تبلیغی مساعی کو جاری نہ رکھ سکے گی۔ جو آج تک اس کے لئے طرۂ امتیاز کا باعث رہی ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ایسے ناسازگار حالات اور ایسے انقلاب آفریں دور میں بھی جماعت کی دستگیری فرما کر اور پہلے سے بھی زیادہ تبلیغی خدمات سرانجام دینے کی توفیق دیکر دنیا پر یہ ثابت کر دیا۔ کہ یہ خدا تعالیٰ کی قائم کردہ جماعت ہے۔ اور وہ خود اس کا حامی و ناصر ہے دنیا کے انقلابات ظاہرہ شکل میں مالی اعتبار سے اس کو ایک حد تک نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ لیکن اس مقصد پر اثر انداز نہیں ہوسکتے کہ جس مقصد کے لئے اس جماعت کو پیدا کیا گیا ہے اور وہ ہے تبلیغ کے ذریعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو تمام دنیا میں غالب کر دکھانا۔

جب وہ مقصد جس کے لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں پورا ہونے کے لئے ہمارا ذرہ ذرہ وقف ہے فوت نہیں ہوا۔ اور ہم پہلے سے بھی زیادہ مضبوطی اور دلجمعی کے ساتھ اس کے حصول میں کوشاں ہیں اور یاوجود دیہیت قسم کے دنیوی نقصانات کے ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف سے خدمت اسلام اور تبلیغ دین متین کی توفیق مل رہی ہے تو کون کہتا ہے کہ ہم مرکز سے بے مرکز ہوگئے ہیں یا ہماری تنظیم پر کوئی آنچ آئی ہے ہم یقیناً آج بھی اپنے مرکز میں ہی ہیں۔ اور ربوہ کی تعمیر محض رعایت اسباب پر نظر کرنے والوں کے لئے اس بات کی زبردست شہادت ہے کہ الٰہی سلسلے کبھی مرکز سے بے مرکز نہیں ہوا کرتے باطنی اعتبار سے بھی اور ظاہری اعتبار سے بھی۔ انہیں عارضی ابتلاؤں میں ڈالا جاتا ہے۔ لیکن اس امتحانی عرصہ میں بھی وہ اپنی خصوصیات کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے بلکہ وہ خصوصیات اور زیادہ نمایاں شکل میں دنیا کے سامنے آکر یہ ظاہر کرتی ہیں کہ یہ ابتلاء محض عارضی ہیں۔ اور یہ ان پر قابو پاکر ہی دم لیں گے۔

(۲)

سو الحمد للہ آج جب ہم دنیا کے نقشہ پر نگاہ ڈال کر اپنی تبلیغی مساعی کا جائزہ لیتے ہیں۔ تو ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا وہ امام جس کے متعلق خدا نے اپنے الہام میں خبر دی تھی۔ کہ قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ اور وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اپنے نائبین کے ذریعہ دنیا کی ہر قوم کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کی بدولت آسمانی برکات سے نواز رہا ہے اور اس طرح روحانی اسیروں کی رستگاری فرما رہا ہے۔ اطراف و اکناف عالم میں اس وقت ساٹھ سے زیادہ مبلغ اعلائے کلمۃ الحق میں مصروف ہیں اور دنیا رفتہ رفتہ احمدیت کے چشمہ سے سیراب ہو کر اپنی روحانی تشنگی بجھا رہی ہے۔ کوئی علاقہ نہیں جہاں احمدیت کے سرفروش مجاہد نہ پہنچے ہوں۔ بورنیو۔ جاوا۔ سماٹرا سنگاپور۔ ماریشس۔ ایران۔ فلسطین۔ شام۔ شرق اردن۔ عدن۔ مشرقی افریقہ۔ مغربی افریقہ۔ فرانس۔ سپین سوئٹزرلینڈ۔ جرمنی۔ ہالینڈ۔ شمالی امریکہ۔ جنوبی امریکہ غرض ہر جگہ بفضلہ پہلے سے کہیں زیادہ شان و شوکت کے ساتھ ہمارے مشن قائم ہیں۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو ہر ممکن طریق سے بھولی بھٹکی مخلوق تک پہنچا رہے ہیں پہلے اگر ایک ملک میں ایک ایک مبلغ تھا تو اب ایک ایک بلکہ بعض جگہ دس دس اور پندرہ پندرہ بھی ہیں۔ چنانچہ اس وقت جاوا میں چار۔ سنگاپور میں تین۔ ایران میں دو مشرقی افریقہ میں دس۔ مغربی افریقہ میں پندرہ۔ لندن میں ۷۔ ہالینڈ میں دو۔ امریکہ میں تین اور جنوبی امریکہ میں دو مبلغ ہیں۔ اسی طرح پہلے اگر ایک ملک میں صرف ایک ہی مشن تھا۔ تو آج بعض جگہ تو ملک کے ہر ہر صوبہ میں ہمارا ایک مستقل مشن قائم ہے۔ اور پھر یہی نہیں کہ مرکز کی طرف سے بھیجے ہوئے مبلغ ہی اس فریضہ کی ادائیگی میں مصروف ہیں بلکہ بیرونی ممالک میں جہاں جہاں ہمارے مشن اور جماعتیں قائم ہوتی جاتی ہیں۔ وہاں کے مقامی نومسلم نوجوان سے سرشار ہو کر اپنے آپ کو خدمت اسلام کے لئے پیش کرتے جاتے ہیں چنانچہ دیگر ممالک کے علاوہ بالخصوص مشرقی و مغربی افریقہ میں ایکسپرٹ کی تعداد مقامی مبلغین کی ہے جو اپنے اپنے ملک میں اپنے ہم وطنوں کو ان کی اپنی زبان میں سمجھا سمجھا کر راہ حق کی طرف لا رہے ہیں۔ اور یہ سب مبلغین مرکز کی طرف سے بھیجے ہوئے مذکورہ مجاہدین کی تعداد کے علاوہ ہیں

ان تبلیغی مساعی کے نتائج بھی بفضلہ اسی قدر شاندار ہیں۔ جس قدر کہ خود یہ تبلیغی مساعی دوسروں کے لئے محیر العقول ہیں۔ نہ صرف یہ کہ مغربی اقوام کے مادہ پرست ایک ایک کرکے خدائے واحد کے پرستار بنتے جا رہے ہیں۔ اور اپنی آزادی پر فخر کرنے والے نہ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اختیار کرکے اپنی سابقہ روایات سے بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں۔ بلکہ خدمت اسلام کی خاطر اپنا سب کچھ لٹا دینے کے لئے تیار ہیں۔ چنانچہ بیرونی ممالک میں بھی وقف زندگی کی تحریک اسی طرح زور پکڑ رہی ہے۔ جس طرح اس تحریک کے اولین مخاطبین نے اس پر لبیک کہا۔ اگر ایک طرف برطانوی نومسلم بشیر آرچرڈ خدمت اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کرکے میدان تبلیغ میں آ چکا ہے تو دوسری طرف جرمن قوم کا ایک ہونہار فرزند ہر عبد الشکور کنزے اپنی قوم کو راہ ہدایت پر لانے کی تڑپ لئے مسعود ہو کر مبلغ اسلام کی حیثیت سے تربیت حاصل کر رہا ہے۔ اسی طرح اور کئی بیرونی ممالک کے احمدی نوجوان اپنے آقا کے حضور خدمت دین کے لئے اپنی زندگیاں پیش کر چکے ہیں۔ لیکن تا حال ان کا وقف قبول نہیں کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عیسائی پادری جو بلا روک ٹوک افریقہ کے مختلف علاقوں میں اپنی دولت و ثروت کے بل بوتہ پر عیسائیت کا جال پھیلاتے جا رہے تھے۔ اب یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں۔ کہ احمدی مبلغین نے اپنی انتھک تبلیغی کوششوں سے عیسائی پادریوں کے ترقی کے کام کو یکسر معطل کر دیا ہے۔

چنانچہ احمدی مبلغین نے تبلیغ اسلام کے سلسلے میں جہاں بیرونی ممالک میں نئی جماعتیں قائم کی ہیں۔ وہاں ساتھ کے ساتھ مسجدیں تعمیر کرکے اسلام و احمدیت کو ان علاقوں میں ہمیشہ ہمیش کے لئے راسخ کر دیا ہے۔ صرف مغربی افریقہ کے بعض علاقوں میں نئی تعمیر ہونے والی مساجد کی تعداد سو سو ڈیڑھ ڈیڑھ سو تک پہنچ گئی ہے۔ اس کے علاوہ افریقہ میں متعدد جگہ ہمارے تبلیغی مراکز کے زیر اہتمام بہت سے سکول اور مدرسے قائم ہیں۔ جنہیں بچوں کو خالص اسلامی ماحول میں تعلیم دیجاتی ہے۔ اسی طرح بیرونی ممالک میں اشاعت لٹریچر کے سلسلے میں بھی عظیم الشان کام سرانجام دیا گیا ہے۔ یورپ کی سات مختلف زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا بھی دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ کیا جا رہا ہے۔

یہ ہے مختصر سا خاکہ ان تبلیغی مساعی کے شاندار نتائج کا کہ جن کے ابتدائی آثار سے متاثر ہو کر مولانا محمد علی صاحب ایم اے کامریڈ نے اپنے اخبار ہمدرد میں لکھا تھا:۔

"وہ وقت دور نہیں جبکہ اسلام کے اس منظم فرقے کا طرز عمل سوادِ اعظم اسلام کے لئے بالعموم اور ان اشخاص کے لئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمت اسلام کے بلند بانگ دباطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں مشعل راہ ثابت ہوگا" (اخبار ہمدرد دہلی ۲۶ ستمبر ۱۹۲۷ء)

(۳)

کاش ہمارے دیگر مسلمان بھائی بھی سوچیں اور غور کریں کہ وہ تبلیغ جیسے اہم فریضہ سے غافل ہی نہیں بلکہ اس فریضہ کی کما حقہٗ ادائیگی میں روکاوٹیں بھی ڈالتے رہتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ جماعت احمدیہ نے تبلیغ اسلام کا ایک عظیم الشان نظام قائم کرکے اور دنیا کے کونے کونے میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو پہنچا کر اس زمانہ میں لقب "خیر امم" کی لاج رکھ لی ہے۔ ورنہ عیسائی آریہ اور دہریت کے دلدادہ دنیا پر چھائے چلے جا رہے تھے اور "خیر امم" کے زبانی دعویدار غفلت کے لحافوں میں پڑے سو رہے تھے۔ اسلام کی اس بے کسی کے وقت میں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بنیاد ڈال کر ایک ایسی جماعت پیدا کردی کہ جس نے تبلیغ کو اپنی زندگی کا مقصد وحید بنا لیا۔ چنانچہ آج مسلمانوں میں روئے زمین پر صرف اور صرف جماعت احمدیہ کو ہی یہ سعادت حاصل ہے۔ کہ وہ دنیا کے کونے کونے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پیغام کو پہنچانے میں مصروف ہے اس لئے کہ افراد جماعت کے دل خدمت اسلام کی اس سچی تڑپ اور جوش سے لبریز ہیں۔ جو کہ آخری زمانے کے مامور کے ہاتھوں تزکیہ نفوس کے ذریعہ ان میں پیدا کیا گیا ہے۔ اسلام کو دنیا پر غالب کر دینے کا یہ جوش اور یہ تڑپ خود اغیار نے بھی محسوس کیا ہے اور ساتھ ہی اس بے حسی اور جمود کو بھی دیکھا ہے کہ جو باقی مسلمانوں پر طاری ہے۔ چنانچہ امریکن مشنری ایچ کریمر لکھتا ہے:۔

"ہندوستانی مسلمانوں پر بالعموم مایوسی کا عالم طاری ہے برخلاف اس کے جماعت احمدیہ میں نئی زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے یہ جماعت قابل توجہ ہے۔ یہ لوگ اپنی تمام توجہ اور طاقت تبلیغ اسلام پر خرچ کر رہے ہیں۔۔۔۔ مسلمانوں میں صرف یہی ایک جماعت ہے جس کا واحد مقصد صرف تبلیغ اسلام ہے۔ اگرچہ ان کی طرز تبلیغ میں کسی قدر سختی پائی جاتی ہے تاہم ان لوگوں میں قربانی کی روح اور تبلیغ اسلام کا جوش اور اسلام کے لئے سچی محبت کو دیکھ کر بے تحاشا صدا آفرین نکلتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد ایک زبردست شخصیت کے آدمی تھے۔۔۔۔ جب میں قادیان گیا۔ تو میں نے دیکھا کہ وہاں لوگ اسلام کے لئے جوش اور اسلام کی آئندہ کامیابی کی امیدوں سے سرشار ہیں۔ اپنے آپ کو وہ غریبانہ طور پر پیغام پہنچانے والے نہیں سمجھتے۔ بلکہ ان کو اس بات پر ناز ہے۔ کہ وہ دنیا میں سچائی کا اعلان کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور وہ اسلام کی محبت میں اسقدر اندھے اور مجنون ہو رہے ہیں۔ کہ جس قدر انسانی قلب کیلئے ممکن ہوسکتا ہے۔" (مسلم ورلڈ اپریل ۱۹۳۱ء)

اسلام کی سچی محبت اور تبلیغ اسلام کا یہ جوش ہی ہے۔ کہ جس نے ایک خونین انقلاب سے دوچار ہونے کے باوجود بھی جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی پر کوئی آنچ نہیں آنے دی۔ اور آج بھی پہلے سے بڑھکر شان و شوکت کے ساتھ دنیا میں اپنے نظام تبلیغ کو قائم و برقرار رکھے ہوئے ہے۔ پس جماعت احمدیہ نے اپنے عظیم الشان تبلیغی کارناموں سے ثابت کر دیا ہے کہ اسلام تبلیغ کے ذریعہ ہی تمام دنیا پر غالب ہو کر رہیگا۔ اور یہ سعادت صرف انہی کے حصہ میں آئیگی جو جلد سے جلد اپنے آپ کو تبلیغ اسلام کے اس الٰہی نظام سے وابستہ کر لیں گے

ہمارے پڑوسی

از مکرم جناب ممتاز صحرائی صاحب

الفضل کی ایک گزشتہ اشاعت ...... میں میں نے ربوہ کے نواحی ماحول پر طائرانہ نظر ڈالی تھی جس میں زیادہ تر محل وقوع کے ساتھ تعلق رکھنے والی باتوں کا جائزہ لیا گیا تھا۔ چونکہ احباب جماعت کے لئے یہ معلوم کرنا بھی ضروری ہے کہ ربوہ میں رہتے ہوئے انہیں کس قسم کے پڑوسیوں سے واسطہ رکھنا پڑے گا اس لئے میں ربوہ کے نواح میں آٹھ آٹھ دس دس میل کے علاقے میں پھیلے ہوئے اپنے پڑوسیوں کے ضروری حالات عرض کرتا ہوں۔

ہمارے نئے مرکز کے نواح میں یوں تو چھوٹی بڑی بہت سی اقوام مخدوم، گلوتر، سیتلے، بلوچ ہرل، نسوآنے، لالی، سید، رہان، بھٹی وغیرہ بستی ہیں مگر ان میں قابل ذکر اور طاقت وکثرت کے لحاظ سے مخدوم۔ لالی۔ نسوآنے۔ سید۔ رہان۔ گلوتر اور ہرل ہیں۔ اس کے علاوہ دوسری آبادی ادنیٰ طبقہ کے پیشہ ور لوگوں مصلیوں، موچیوں، جلاہوں اور دوسرے کمیوں پر مشتمل ہے۔ باہر ان بڑی اقوام کی زمین آباد کرنے والے مزارع لوگوں کی اکثریت ہے جو مختلف اقوام سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور بالعموم ان کا کوئی مستقل ٹھکانا نہیں ہوتا جب تک زمین جوتنے کی اجازت حاصل رہتی ہے کسی گاؤں میں چھوٹے موٹے مکان کے اندر اپنا ...... گزارہ کرتے رہتے ہیں۔ جب مالک جواب دے دیتا ہے تو یہ کسی دور جگہ قسمت آزمائی کرنے کے لئے چلے جاتے ہیں۔ البتہ کمی لوگ ہر قسم کا اچھا برا سلوک برداشت کرکے ایک ہی گاؤں میں بسے رہتے ہیں۔ ان لوگوں میں بعض اس قسم کے گھر بھی ہیں جو صدیوں سے ان مقامات پر آباد چلے آتے ہیں۔ نہایت استقلال سے انقلابات زمانہ کے تھپیڑے سہ کر بھی اپنی قدیم روایات کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔

ربوہ کے شمال میں

ربوہ کے شمال میں دس میل کے فاصلہ پر ضلع جھنگ ختم ہوجاتا ہے اور ضلع سرگودھا کا علاقہ شروع ہوجاتا ہے جو کہ شمال کے علاوہ ربوہ کے مغرب میں بھی پھیلا ہوا ہے۔ انتہائے شمال میں ربوہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر اس سڑک کے کنارے پر قصبہ لنگر مخدوم واقع ہے۔ ہمارے پڑوسیوں کی فہرست میں اس قصبہ کے باسیوں کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہ لوگ مخدوم بہاؤالحق ملتانی کے ایک جانشین مخدوم برہان الدین کی اولاد ہیں جو کہ آج سے کئی صدیاں پیشتر اس مقام پر تشریف لائے۔ بھیرہ کے ہو رہے۔ ان کا مزار بھی لنگر مخدوم میں ہی واقع ہے۔ جس پر ہر جمعہ کو دور دراز سے سفر کرکے آنے والے زائرین کا اجتماع ہوتا ہے اور ان کی اولاد میں سے مخدوم عبدالغنی اور مخدوم غلام رسول اور بہت سے اور بھی صاحب کمال بزرگ پیدا ہوئے ہیں۔ یہ مخدوم صاحبان اس علاقہ میں بہت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں لوگ ان کو پیر تسلیم کرتے ہیں۔ بڑے امیر اور بارسوخ لوگ ہیں۔ ان کی اکثریت تعلیم یافتہ ہے۔ مذہب کے لحاظ سے اہلسنت والجماعت ہیں۔ مخدوم مولوی محمد صاحب لنگر مخدوم کے ایک بہت بڑے عالم اور علاقہ کے مفتی ہیں۔ اور کتب کثیرہ کے مصنف ہونے کے سبب سے بڑی شہرت کے مالک ہیں۔ عیسیٰ مسیح کی وفات کا انہوں نے اعلان عام کر رکھا ہے۔ مسیح موعودؑ کے متعلق ان کا عجیب وغریب عقیدہ ہے۔ کہتے ہیں کہ "ان کی آمد سے انکار نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بھی فرض کیا جاسکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب فی الواقعہ مسیح موعود ہوں۔ مگر میرے نزدیک حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے آنے والے پر ایمان لانا فرض ثابت نہیں ہوتا اس لئے میں نہیں مانتا۔"

مناظرے کے مخالف ہیں مگر دوستانہ رنگ میں اور بیٹھ کر گفتگو کرنے کے بڑے مشتاق ہیں۔ اور احمدیوں کے ساتھ ان کے مخلصانہ تعلقات ہیں۔ ان لوگوں نے ربوہ کے پڑوس کو عجیب انداز میں محسوس کیا۔ کہتے ہیں کہ:۔

"ہم احمدی تو نہیں ہو سکتے۔ نہ ان لوگوں کے مذہبی خیالات کو درست سمجھتے ہیں۔ البتہ اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ان کی تنظیم بےنظیر ہے اور کوئی مخالفت ان کی راہ ترقی میں سنگ راہ نہیں بن سکتی۔ اس جگہ جس قدر غیر مذہبی کاروبار اور مفاد عامہ کے لئے احمدی کریں گے ہم ان کے ساتھ تعاون کریں گے۔ اور ان کے پڑوس سے ہم زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ چند ماہ ہوئے اس قوم کے ایک بہت بڑے سردار کے نوجوان لڑکے نے ٹی۔ آئی ہائی سکول چنیوٹ کی تعلیمی خوبیوں کا چرچا سنا۔ تو والدین سے پہلا سکول چھوڑ کر اس احمدیہ ہائی سکول میں داخل ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ انہوں نے نہایت فراخ دلی سے اس بات کی اجازت دیدی وہ میرے ساتھ جناب سید محمود اللہ شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر ٹی آئی ہائی سکول کی خدمت میں پہنچ گیا۔ جہاں سے واپس آکر اس نوجوان نے اس سکول کے حسن انتظام اور جناب ہیڈ ماسٹر صاحب کے حسن اخلاق کا بہت چرچا کیا۔ مگر افسوس پہلے سکول کے ہیڈ ماسٹر نے سارٹیفکیٹ روک کر وہاں رُک جانے دیا۔

نسوآنے

مخدوم صاحبان کے علاوہ اس علاقہ کی دوسری بڑی طاقت ور اور کثیر التعداد قوم نسوآنہ ہے۔ یہ لوگ عربی النسل معلوم ہوتے ہیں اور اس علاقہ میں کئی صدیوں سے ان کے رہنے سہنے کا سراغ ملتا ہے۔ سکھا شاہی کے نامبارک عہد میں ان کی زندگی لڑنے بھڑنے میں گذرتی تھی۔ ربوہ کے شمال میں لنگر مخدوم کے پاس ایک بڑا قصبہ کالووال ہے۔ یہ سکھوں کے زمانہ میں اس علاقہ کا صدر مقام رہا ہے اس وجہ سے یہاں کے لوگوں کو سکھوں کے ہاتھوں طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں۔ مگر نسوآنہ قوم نے ہمیشہ ہی ان کی ہر بات کا منہ توڑ دیا۔ ایک دفعہ یہاں سے سکھوں نے ان کے چند آدمی گرفتار کرلئے اور قلعہ کلاس والا متصل پسرور ضلع سیالکوٹ میں جاکر قید کر دیئے۔ نسوآنوں نے ان کا سراغ لگایا اور یہاں سے ایک جمعیت لے جاکر اپنے قیدی قلعہ کا دروازہ توڑ کر نکال لائے۔ اب بھی یہ لوگ ایسے ہی بہادر ہیں۔

یہ لوگ نکا کانڈیوال۔ اچھروال۔ جودھ وغیرہ چھوٹے بڑے تیرہ چودہ گاؤں میں آباد ہیں۔ آجکل ملک محمد زمیں اعظم آف کانڈیوال ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ جھنگ اس قوم کے مسلمہ سردار ہیں۔ جو کہ بہت ہی نیک دل اور بے تعصب مسلمان ہیں۔ یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے ربوہ کی ضروریات کے لئے سرکنڈوں کا جنگل دیا ہے۔ جب حضرت امیرالمومنین نے پہلی مرتبہ ربوہ کی سرزمین پر ایک اجتماع میں تقریر فرمائی تھی تو ان کے چند عزیز بھی اطلاع ملنے پر بصد اشتیاق حضور کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کے لئے وہاں پہنچ گئے تھے۔

اس قوم کی تعلیم وتربیت کا کوئی انتظام نہیں ہے جہالت کا دور دورہ ہے۔ نقلی فقیروں اور پیروں کی یہاں پانچوں گھی میں ہیں ...... یہ لوگ ان کی بددعا سے ڈر کر ان کے ہر جائز و ناجائز مطالبہ کے آگے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ پہلے آپس کی لڑائی بھڑائی اور دنگا فساد میں بھی مصروف رہتے تھے۔ مگر اب قیام پاکستان کے بعد ذرا سستانے لگ گئے ہیں۔

یہ لوگ بڑے مہمان نواز ہیں۔ راہ چلتے راہگیروں کو اصرار سے گھر لاکر کھانا کھلاتے ہیں اور ان کی خدمت کرتے ہیں۔ مہمانوں کے واسطے اچھے اچھے آرام دہ مہمان خانے بنوا رکھے ہیں۔ جہاں ہر شخص ہر وقت آکر آرام حاصل کر سکتا ہے اور اپنے کام کاج کے لئے امداد حاصل کر سکتا ہے۔

مذہب کے لحاظ سے یہ لوگ اہل سنت والجماعت ہیں۔ مگر صحیح راہنمائی حاصل نہ ہونے کی وجہ سے اب شیعیت کی طرف بھی رجوع کرنے لگے ہیں۔ ایک گاؤں موضع نسوآنوں کی میں ایک احمدیہ جماعت بھی قائم ہے۔ جو آج سے پندرہ سولہ برس پہلے ایک معزز زمیندار ملک تاج حسین صاحب نسوآنہ کی تبلیغ کے نتیجہ میں قائم ہوئی تھی۔ اور اس کے ممبران کی تعداد تیس چالیس افراد کے درمیان ہے۔

لالی

یہ لوگ ربوہ کے مغربی علاقہ پر قابض ہیں۔ پندرہ سولہ چھوٹے بڑے مواضعات جن میں قصبہ لالیاں اور کالوہن والا بھی شامل ہیں ان کی واحد ملکیت ہیں۔ مذہب کے لحاظ سے پکے حنفی بڑے امیر اور شاہ خرچ ہیں۔ اس قوم کے اکثر نوجوان اعلیٰ تعلیم یافتہ اور حکومت پاکستان کے اچھے عہدوں پر سرفراز ہیں۔ کئی ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبر بھی ہیں۔ یہ لوگ بڑے شریف اور صلح پسند ہیں۔ اور احمدیوں کے ساتھ ان کے اچھے تعلقات ہیں۔ عزت کے طور پر ان کو "مہر صاحب" کہا جاتا ہے۔ مہر محمد۔ مہر حسن۔ مہر قادر بخش اور مہر مراد اس قوم کے مقتدر بزرگ ہیں۔

بودھر یسیرا۔ کہانے بھی اس علاقہ کے زمیندار ہیں۔ لیکن دراصل یہ لوگ بھی لالی ہیں اور ان کو بعض تاریخی وجوہات کی بنا پر خاندانی امتیاز کے لئے الگ الگ نام دیئے گئے ہیں۔ لالیوں کا مرکز کالو والا ہے جو کہ ربوہ سے چھ میل شمال مغرب کی طرف واقع ہے ربوہ کی زمین کے ساتھ پکی سڑک کے شمال کی طرف جو زمین واقع ہے اس میں بھی لالیوں کا بڑا حصہ شامل ہے۔ اس لحاظ سے یہ لوگ ہمارے قریب ترین پڑوسی ہیں۔

سیّد

ربوہ کے اردگرد بسنے والی اقوام میں سیدوں کو بھی درجہ شمول حاصل ہے۔ کوٹ امیر شاہ عرف پیلووال چھنی کھچی رنجش والا۔ وڈ میں ان کی ملکیت ہے۔ یہ لوگ مذہب کے لحاظ سے شیعہ ہیں۔ اور قدرے اسراف کی طرف مائل ہیں۔ آپس میں ان کی مخالفت بھی رہتی ہے۔ پہلے ان میں سے بعض چوری وغیرہ میں بھی حصہ لے لیا کرتے تھے مگر اب اس قسم کی باتوں کو چھوڑ کر تعمیری کاموں میں مصروف ہوگئے ہیں۔ اس قوم کے بڑے سردار تو سید غلام عباس۔ سردار حسین شاہ اور نوازش علی شاہ صاحب ہیں۔ جو کہ ربوہ سے دس بارہ میل دور سادات کے ہیڈ کوارٹر جو ... میں رہتے ہیں کبھی کبھی اس علاقہ میں اپنی رعیت یا مزارعان اور فصل وغیرہ کے حالات معلوم کرنے کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ اس قوم کے سردار سید غلام عباس شاہ صاحب اور سردار حسین شاہ صاحب سنٹرل اسمبلی کے ممبر بھی رہ چکے ہیں۔ اور سردار حسین شاہ صاحب کے صاحبزادے سردار غلام محمد شاہ صاحب حالیہ پنجاب اسمبلی کے ممبر تھے۔ غالباً نئے الیکشن ہونے پر یہ لوگ بطور امیدوار کھڑے ہوں گے۔

ہرل

یہ لوگ دریائے چناب کے جزیروں اور اردگرد کے اور بہت سے مواضعات میں دریائے چناب کے دونوں طرف متعدد وکثیر آباد ہیں۔ مگر صاحب ثروت نہیں ہیں۔ زیادہ تر مزارع لوگ ہیں اور جو زمیندار ہیں

کم حیثیت کے مالک ہیں۔ ان پر سیدوں کا زیادہ اثر ہے یہ لوگ ان کی رعیت سمجھے جاتے ہیں۔ بڑے لڑاکے ہیں مگر اس قوم کا ہر لحاظ سے گلہ نہیں کیا جا سکتا۔ بہت سے آدمی اس قوم کے دیانت دار نیک اور بارسوخ بھی ہیں۔ ربوہ کے نواح میں ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ اچھی نسل کی بھینسیں پالنے کے بڑے شوقین ہوتے ہیں۔ مذہب سے معمولی تعلق رکھتے ہیں۔ مگر یہ باتیں مجموعی طور پر اس قوم کے سب افراد پر چسپاں نہیں ہو سکتیں۔

گادی

یہ لوگ دریائے چناب کے مغربی کنارہ سے پر ربوہ کے شمال میں چند ایک چھوٹی بڑی بستیوں میں تقریباً ساڑھے چار سو ہزار کی تعداد میں بستے ہیں۔ جن میں ان کی رعیت کے لوگ بھی شامل ہیں۔ ان کے پاس تھوڑی تھوڑی زمین ہے۔ اس قلیل زمین میں بھی فصل تب ہی ہو سکتی ہے کہ طغیانی کا پانی اس کو سیراب کرے۔ ورنہ نہر کا پانی تو ادھر نہیں آتا۔ اس طرح بعض دفعہ اس مختصر سے علاقہ میں فصل نابود ہونے سے کال پڑ جاتا ہے۔ لوگوں نے بھینسیں پال رکھی ہیں۔ ان کے دودھ۔ گھی اور لسّی پر گذارہ کرتے ہیں۔ بعض مجبور ہو کر چوری پر کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ جو تاکم پہنتے ہیں۔ ایک گھر میں کہیں کہیں ایک جوتا ہوتا ہے جب کبھی گاؤں سے باہر جانا ہوتا ہے تو باری باری وہی استعمال کر لیتے ہیں۔ اسی طرح کپڑے بھی بڑی احتیاط سے استعمال کرتے ہیں۔ بڑے تیراک ہوتے ہیں۔ جب کوئی پکڑ دھکڑ ہو تو دریا میں چھلانگ لگا کر فرار ہو جاتے ہیں۔

ان کے علاقہ میں سکول کوئی نہیں ہے۔ سرکار نے ایک پرائمری سکول دو بستیوں میں تجربہ کے طور پر کھولا ہے۔ مگر تعلیم سے ان لوگوں کو ہمیشہ ہی بَیر رہا ہے۔ عجیب طرح کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ زمانہ کے نشیب و فراز سے یہ لوگ بہت کم متاثر ہوتے ہیں۔ باوجود اس قسم کی پست کاریوں کے ان میں کچھ خوبیاں اس قسم کی بھی ہیں جن کی وجہ سے ان کی قوم کو دوسرے لوگوں کی نگاہ میں بڑی قدر حاصل ہے۔ مثلاً گگوتر قوم اس علاقہ کی بعض دوسری اقوام کی طرح حد درجہ مہمان نواز ہے۔ آپس کے اختلافات کے باوجود کسی بیرونی ناجائز دخل کو روکنے کے لئے متحد ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ گردو نواح کی اقوام میں انکو ایک اور بہت امتیاز حاصل ہے۔ ان کے ایک گاؤں برج جھنڈا میں دیہاتی مقدمات کی سماعت کے لئے ایک عدالت قائم ہے۔ اس عدالت کا نام "جھنڈے کا ڈیرہ" ہے۔ اس میں گگوتر قوم کے علاوہ دور دور کے علاقوں میں سے دیہاتیوں کے مقدمات آکر فیصل ہوتے ہیں۔ اس عدالت کے جج دن کو تو اپنے مویشی چراتے ہیں۔ کھیتی باڑی کا کام کرتے ہیں۔ لیکن رات کو جب دوسرے لوگ بھی اپنے کام دھندے سے فارغ ہو کر یہاں جمع ہو جاتے ہیں تو حلقہ تازہ کر کے ٹوٹی پھوٹی چارپائیوں پر اور بان کے بنے ہوئے موہڑوں پر بیٹھ کر مقدمات کی سماعت شروع کر دیتے ہیں اکثر دفعہ فریقین بڑی بلند پوزیشن کے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ جن میں ملزم پارٹی کو زمین پر بٹھا کر کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے اور کوشش کی جاتی ہے کہ مقدمہ کا ایک ہی پیشی میں فیصلہ صادر کر دیا جائے۔ ورنہ بشرط ضرورت تاریخ بڑھا کر دو تین یا اس سے بھی زیادہ پیشیوں میں فیصلہ کیا جاتا ہے۔ بہت سے مقدمات اس قسم کے ایسے بھی آتے ہیں جن کا فیصلہ کسی باہر کی پنچائت یا ثالثی میں ہو چکا ہوتا ہے مگر یہاں اس کی اپیل کی سماعت ہوتی ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اس عدالت کی ساٹھ ستر سالہ تاریخ میں کسی جج کے ذمہ رشوت ستانی یا ناجائز رعایت کا الزام عائد نہیں کیا گیا۔ آجکل دو بزرگ ملک لال خاں ولد مالی اور ملک علی خاں ولد صالح محمد اس فرض کو سرانجام دیتے ہیں اور بشرط ضرورت یا مصلحتاً یہ بزرگ اپنی قوم کے کسی دوسرے آدمی کو بھی دعوت فیصلہ دے دیتے ہیں۔

اس عدالت میں فیصلہ ہونے والے مقدمات کا کوئی ریکارڈ نہیں رکھا جاتا۔ البتہ بعض دفعہ فیصلہ لکھ کر حق دار کو بطور ڈگری دے دیتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ رات کو ہی فیصلے ہوا کریں۔ دن کو بھی کارروائی شروع کر دی جاتی ہے۔ اور ایک عجیب اصول اس جگہ سے فیصلہ کرانے والوں کا یہ ہے کہ انہیں مہمان سمجھ کر کھانا نہیں کھلایا جاتا۔ حالانکہ جس جگہ یہ فیصلے ہوتے ہیں وہ دراصل ایک مہمانخانہ ہے جہاں سے ہر امیر و غریب جب چاہے آکر کھانا کھا سکتا ہے۔ مگر فریقین مقدمہ کو کوئی دوسرا انتظام کرنا پڑتا ہے۔

اس طریقہ پر دیہاتیوں کے مقدمات کے سرکاری عدالتوں کے ادھر ہی فیصلے کرانے کے لئے اور بھی بہت سی جگہوں پر انتظام ہے۔ مثلاً کانوں والا۔ کانڈیوالا۔ سبھیڑانہ وغیرہ۔ مگر جو شہرت گگوتروں کی عدالت کو حاصل ہے۔ وہ ان دوسری جگہوں کو نہیں ہے۔

رجان

ربوہ کے شمال میں کالووال۔ علاؤالدین وال۔ علی پور۔ چھنی تابیرجان وغیرہ چند گاؤں رجان قوم کے لوگوں سے بھرے پڑے ہیں۔ مذہب کے لحاظ سے یہ لوگ حنفیت اور شیعیت کا مکسچر ہیں۔ چھوٹے بڑے افراد ملا کر ان کی تعداد کوئی سات سو کے قریب بنتی ہے۔ مگر باوجود اس علاقہ کی اقلیت ہونے کے ان کو اس لحاظ سے بہت اہمیت حاصل ہے کہ سکھوں کے عہد سے قبل کالووال بیسیوں میل کی دوری تک اس علاقہ کا دارالحکومت رہا ہے۔ اور اس علاقہ کی حکومت رجان قوم کے ہاتھ میں تھی۔ اس حکمران خاندان کے افراد اب بھی شاہی دماغ رکھتے ہیں۔ بڑے صاحب ثروت اور بارسوخ لوگ ہیں۔ اس علاقہ میں بڑی بڑی زمینوں کے مالکان کے پاس اسی خاندان کی بخشی ہوئی زمینیں ہیں حتےٰ کہ میراسیوں کے پاس بھی زمین ہے جو شاہی دربار میں آکر مزاح کی باتیں سنا کر دل خوش کیا کرتے تھے اور اس خدمت کے سلسلہ میں ان کو زمین وغیرہ مل گئی۔

اس قوم سے احمدیت نے بھی اچھا خاصہ حصہ پایا ہے چھنی تابیر رجان میں احمدی مخلصین کی ایک جماعت قائم ہے جو ایک محترم بزرگ ملک حسن خاں صاحب رجان پنشنر سب انسپکٹر پولیس کے اثر سے قائم ہوئی تھی۔ ملک صاحب تبلیغ کے حد درجہ شائق واقع ہوتے ہیں۔ تبلیغ کرنے میں وہی عہد ملازمت والا تفتیش کا طریقہ استعمال کرتے ہیں۔ اور تو اور اچھے خاصے احمدی بھی اپنی کسی چھوٹی بڑی کمزوری یا کوتاہی کی تنقید کی تاب نہیں لا سکتے اور انہیں دیکھ کر چھپ جاتے ہیں۔ احمدی ہونے کے باوجود اس علاقہ میں ہمارے اس بزرگ کا بیحد رسوخ و احترام ہے۔ اکثر قوموں کے لوگ ان کو اپنے خانگی معاملات بھی سلجھانے کے لئے لے جاتے ہیں۔

شہر چنیوٹ میں رہنے والے لوگ

ان مذکورہ بالا زمیندارہ اور دیہاتی باشندوں کے علاوہ شہر چنیوٹ کے چند ہزار باشندے بھی ہمارے پڑوسی ہیں۔ چنیوٹ ربوہ سے چھ میل دریائے چناب کے مشرقی طرف واقع ہے۔ اس شہر میں زیادہ آبادی خواجہ قوم کے سنی المذہب مسلمانوں کی ہے۔ یہ لوگ بڑے مالدار ہیں۔ اکثر لاکھ پتی اور کئی کروڑ پتی بھی ہیں۔ دنیا کے گوشہ گوشہ میں ان کا تجارتی کاروبار پھیلا ہوا ہے۔ یہ دراصل نومسلم ہیں عہد مغلیہ کے دوسرے نصف میں اسلام قبول کیا۔ بڑے ایثار پسند ہیں۔ مذہبی جوش ان میں دیوانگی کی حد تک پایا جاتا ہے تھوڑا سا بھڑکانے کی دیر ہوتی ہے۔ پھر عجب تماشے کر گذرتے ہیں۔ بہت سے نیک باطن افراد نے احمدیت قبول کر رکھی ہے جو سلسلہ کے لئے ہر قربانی کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ اس قوم کے علاوہ یہاں قصائی۔ کمان گر۔ معمار۔ راج قسم کے لوگ بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔ سیّدوں کی اچھی خاصی تعداد یہاں بھی موجود ہے ایک بڑا خاندان قاضی صاحبان کا ہے۔ اس خاندان کا شہر میں بہت بڑا رسوخ ہے۔ میاں غلام علی صاحب اور میاں غلام مرتضےٰ صاحب اس خاندان کے اعلیٰ ممبر ہیں۔ اور فی الواقع بہت شریف اور صلح پسند واقع ہوئے ہیں خدا نظر بد سے محفوظ رکھے۔

نواب سعد اللہ خاں مرحوم وزیر اعظم شاہجہان کا وطن مالوف بھی شہر چنیوٹ ہے۔ ان کے خاندان کی تمیمی برادری بھی یہاں کثرت سے پائی جاتی ہے جو کہ علم دوست ہونے کے علاوہ بہت شریف بھی ہے۔ بہت سا حصہ ان لوگوں کا احمدی ہو چکا ہے۔ ان لوگوں نے احمدی ہو کر اخلاص اور تقویٰ کا نہایت اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے۔ یہ ہیں مختصر حالات ہمارے پڑوسیوں کے۔

شامل ہے مسرّت میں بھی کچھ تلخئ جذبات....

از مکرم عبد الحمید صاحب عاجزؔ درویش قادیان

یہ مرکز ربوہ کے نئے ارض و سماوات
اے اہلِ وفا تم کو مبارک ہو یہ جلسہ

ہم قیدِ قفس میں ہیں پریشان تمنّا
ہے تم کو ملی ابنِ مسیحا کی رفاقت

میخوار محبّت کے لئے بادۂ عرفاں
لیکن تری حالت غمِ منزل کی ہے شاہد

چھایا ہوا اک عالمِ غربت کا سماں ہے
معلوم ہے مجھ کو ترے احساس کی دنیا

دیتے ہیں یہ لمحات تجھے فکر کی دعوت
ظاہر ہوئے ہیں رحمتِ باری کے نشانات

خوش بخت ہیں وہ جن کو میسّر ہیں یہ لمحات
تم پر ہیں خداوند کی یہ خاص عنایات

ہم ہیں کہ اٹھاتے ہیں غمِ ہجر کے صدمات
ہیں مصلح موعود کے جاں بخش اشارات

شامل ہے مسرّت میں بھی کچھ تلخئ جذبات
ہر سمت نظاہر ہیں غم و ظلمت و آفات

چھینے گئے تجھ سے ترے محبوب مقامات
کرتے ہیں اشارہ تجھے بدلے ہوئے حالات

احباب کرم بھول نہ جانا کبھی ہم کو
حاصل تمہیں جب خاص دعاؤں کے ہوں لمحات

اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور امن عالم

مسئلہ شفاعت اور مقام محمود

(از مکرم مسعود احمد صاحب ابن محمد حسن صاحب آسان دہلوی)

ہمارے سید و مولا حضرت محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مراتب عالیہ میں سے ایک مرتبہ مقام محمود کا بھی ہے۔ اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً یعنی امید ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود میں کھڑا کرے۔ مقام محمود کی تفسیر کے متعلق بعض صحابہ کرام کا یہ قول ہے کہ یہ مقام شفاعت کبریٰ سے تعلق رکھتا ہے۔ جو قیامت کے روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ ایزدی سے تیار کیا جائے گا اور شفاعت سے مراد وہ وقت ہے۔ جبکہ تمام امتیں میدان حشر میں انبیاء کے حضور سفارش کے لئے حاضر ہوں گی۔ لیکن سب انبیاء اپنی بے بضاعتی کا اظہار کر کے سب امتوں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور بھیج دیں گے اور آپ تمام امتوں کے لئے سجدہ ریز ہو کر خدا تعالےٰ سے شفاعت کی اجازت طلب کریں گے۔ اس پر خدا تعالےٰ نے آپ کو شفاعت کی اجازت عطا فرمائیگا

بخاری میں اس مقام کا ذکر کرتے ہوئے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ھذا المقام المحمود الذی وعدہ نبیکم یعنی یہ وہ مقام محمود ہے جس کا تمہارے نبی سے وعدہ کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ جن کو صحابہ میں مفسر قرآن کی حیثیت سے ممتاز درجہ حاصل ہے اور دیگر اکابر صحابہ مثلاً حضرت ابن عمرؓ حضرت ابوہریرہؓ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ بھی اس قول کی تائید کرتے ہیں گویا کہ مقام محمود اور مسئلہ شفاعت کو ایک دوسرے سے گہری مناسبت ہے۔ جہاں تک مقام محمود کا تعلق ہے اس سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو ممدوح خلائق کی حیثیت سے پیش کیا جانا مقصود ہے اور مدح اسی صورت میں ممکن ہو سکتی ہے۔ جبکہ ممدوح حسن و احسان دونوں صفات سے متصف ہو وہی انسان دنیا میں ممدوح اعظم ہو سکتا ہے جو اپنی فیض رسانی کی وجہ سے ہمدردی عامۂ خلائق کے لئے دعوت عام کا ڈنکا بجا رہا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ ؎

بے سبیل است از دنیا بریدن
بیادِ حسن و احسانِ محمدؐ

پس مقام محمود کی تفسیر یہی ہے کہ دنیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے برکات سے مستفیض ہو کر فیضان محمدی سے سیراب و لبریز ہو جائے اور مدح محمدی میں دنیا کا ہر متنفس ترنم ریز دکھائی دے یہی شفاعت کا حقیقی نظریہ ہے۔ ورنہ اسلام تو وحدانیت کا مذہب ہے مخلوق پرستی تو کجا اسلام تو اس امر کو بھی شرک کے مترادف سمجھتا ہے کہ خدا کے دربار میں محض کسی کی سفارش سے ہی کام چل جائے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ فرماتا ہے۔ واتقوا یوماً لا تجزی نفس عن نفس شیئاً ولا یقبل منھا شفاعۃ ولا یؤخذ منھا عدل ولا ھم ینصرون (بقرہ) یعنی اس دن سے ڈرو جب کوئی کسی جی کے کچھ کام نہیں آئے گا۔ اور نہ اس سے شفاعت قبول کی جائے گی اور نہ اس سے معاوضہ لیا جائے گا اور نہ ہی انہیں مدد دی جائے گی۔" معلوم ہوا کہ وہاں تو صرف اعمال کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ ایک طرف تو اللہ تعالےٰ نے انسانوں کو اعمال کی طرف توجہ دلاتا ہے دوسری طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی شفیع قرار دیا گیا ہے۔ مسلمانوں نے شفاعت سے غلط استنباط کر کے ٹھوکر کھائی اعمال کو چھوڑ بیٹھے۔ قرآن کو طاقوں میں سجا کر

"پڑھو کلمہ محمدؐ کا۔ شفاعت برملا ہوگی"

کو حرز جان سمجھ لیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تجدید اسلام اور احیاء ملت کے اہم فریضہ کو ادا کرتے ہوئے شفاعت کے مسئلہ کو اس خوش اسلوبی سے حل فرمایا کہ بے اختیار زبان پر درود جاری ہوتا ہے شفیع شفع سے نکلا ہے جس کے معنی ایک کو دو کرنے کے ہیں لیکن یہ دوئی غیر جنس کی نہ ہو بلکہ ایک چیز کو اسی کی جنس کے ساتھ ملانے سے دو بنانا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا شفیع ہونا اس وجہ سے ہے کہ آپ کی ذات طیبہ انسانوں کے لئے ایسا اسوہ حسنہ ہے کہ اس کی اتباع میں دوسرے انسان بھی اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں جہاں قلب حزیں کو اطمینان اور دل بے چین کو امن امان ملجاتا ہے یعنی پرندِ نحیف و نزار ملاء اعلےٰ پر بلند پروازی کے بعد گلستان مغفرت میں داخل ہو جاتا ہے۔ ورنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی محض مدح و نعتوں اور سلاموں سے حضور پُرنور سے شفاعت کی امید رکھنا فعل عبث ہے۔ کیا نعوذ باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس قدر خود پسند ہیں کہ آپ اپنی مدح اور نعتوں اور سلاموں کو سنکر خدا کے ابدی قانون ولا یقبل منھا شفاعۃ ولا یؤخذ منھا عدل ولا ھم ینصرون کو توڑ دیں۔ حضور کو اپنی نعتوں اور سلاموں سے کیا غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا خوب فرمایا۔ ؎

او چہ می دارد بمدح کس نیاز
مدح او خود فخر ہر مدحت گرے

حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تو فاتبعونی کہہ کر یحببکم اللہ کی بشارت لے کر تشریف فرما ہوئے تھے نہ کہ یہ کہ صرف میری مدح کرو میری نعتیں پڑھو۔ میرے پر سلام پڑھو۔ حقیقت میں فاتبعونی ہی شفاعت کی کلید ہے۔

جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عالمگیر نبی ہیں اور آپ کی رہبری زمان و مکان کی حدود سے پاک ہے تو یقیناً وہ زمانہ بھی آنا چاہیئے جب کہ تمام دنیا میں آپ کی رہبری کا ڈنکہ بج رہا ہو اور ہر ایک شخص اور ہر ایک ملک ہر ایک قوم آپ کی قیادت کے احسان بے پایاں کے طفیل آستانہ الوہیت پر سجدہ کناں دکھائی دے اور یہ شفاعت کا وہ نظارہ ہے۔ جبکہ شفاعت اسی دنیا میں اپنے جلال و جمال کی خیرہ کر دینے والی تجلیوں کے ساتھ منصہ شہود پر جلوہ گر ہو گی اور دنیا کا حضور کی اسی قیادت اور اطاعت سے کامیاب و کامران ہونے کے بعد حضور کی قیادت کے گن گانا ہی حضورؐ کا وہ مقام محمود ہے جو کسی اور نبی کو حاصل نہیں یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ تمام انبیاء کی امتیں مایوس ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے شفاعت طلب کریں گی۔ تو اس کا مطلب یہی ہے کہ آپ اس دنیا میں عالمگیر شفیع ہیں۔ قیامت خیز تباہیوں اور بربادیوں کے بعد اس وقت تک امن قائم نہیں ہو سکتا اور انسانیت کو اطمینان و چین کا سانس نصیب نہ ہوگا۔ جب تک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل نہ کیا جائے آج دنیا کے گوشے گوشے اور زمین کے چپے چپے سے امن امن کی آوازیں اٹھ رہی ہیں اور نظام نو کی چیخ و پکار سے آسمان گونج رہا ہے۔ لیکن امن کچھ اس طرح عنقا ہوا ہے کہ ڈھونڈے نہیں ملتا۔ مذہب سے دنیا مایوس ہو چکی کیونکہ تمام مذاہب گونگے ہو چکے اور انہوں نے کچھ کر کے نہ دکھایا۔ اس لئے مذہب کو خیرباد کہہ دیا گیا۔ لیکن چمنستان امن کو کس نے اجاڑا؟ مادہ پرست عیسائیوں کی سائنس نے اب ایک طرف عیسائیت دوسری طرف مادہ پرست سائنس پر امن کی بیل کس طرح منڈھے چڑھ سکتی ہے۔ بھلا ایسے پنپنے کے کوئی آثار بھی ہوں۔ لیگ آف نیشنز قائم ہوئی۔ اس کا جنازہ نکلا۔ یو این او اپنے کرتوت سے خود بدنام ہوتی جا رہی ہے اٹلانٹک چارٹر ہو یا اٹلانٹک پیکٹ سب لولے ڈھکوسلے ہیں امن کے نام پر دنیا کے تخریب کی تجاویز ہو رہی ہے آخر وہ وقت بھی آئے گا۔ جبکہ تقدیر الٰہی بھٹکے ہوئے آہو کو اسکی پشیمانی کے بعد کھینچ کھینچ کر حرم کی طرف لائے گی اور وہ الٰہی نوشتے پورے ہوں گے۔ جن کی خبر ہزاروں سال پہلے دی گئی تھی چنانچہ حضرت مسیحؑ نے آج سے دو ہزار سال پہلے بنی اسرائیل اور عیسائیت کو یہ بشارت دی تھی

"کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظر میں عجیب۔ اسلئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائیگی اور اس قوم کو دے دی جائے گی جو اس کے پھل لائے" (متی باب ۲۱ آیت ۴۲، ۴۳)

انبیاء کی پیشگوئیاں پوری ہوتی ہیں اور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ مختلف رنگوں میں ان کا ظہور ہوتا ہے تاکہ مخالفین کی آنکھیں کھلیں اور حق کی طرف سے اتمام حجت قائم ہو جائے۔

کتنا واضح حوالہ ہے کہ دنیا کے امن کے نام نہاد معماروں یعنی مغربی اقوام نے امن کی حقیقی تعلیم کو نظر انداز کر دیا ہے اور جھوٹے ہوئے امن کے لئے سعی لاحاصل کر رہے ہیں۔ سعی لاحاصل کیا بلکہ اپنے ذاتی مفاد کی خاطر دنیا سے کھیل کھیلا جا رہا ہے مغربی اقوام کی اسلام سے یہ بے اعتنائی جزوقتی تھی تاکہ ان کے اپنے ہاتھوں سے امن کی تباہی ہونے سے ان کو ہوش آئے اور حقیقی تعلیم کی خوبیوں کے معترف ہو جائیں۔ ؎

تا نباشد در مقابل روئے مکروہ وسیاہ
کس چہ داند قیمت جمال شاہد گلفام

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مقام محمود کے حصول کے لئے ہجرت بھی ضروری تھی حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کا یہ نکتہ حقیقت پر مبنی ہے کیونکہ پانی کا قطرہ بھی اپنے اصلی معدن ابر باراں سے جدا ہو کر ہی آغوش سمندر میں در نایاب بنا کرتا ہے۔ چنانچہ مقام محمود کی بشارت کے بعد اگلی دوسری آیت میں ہجرت کی پیشگوئی مضمر ہے قل رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا یعنی کہہ کہ اے میرے رب مجھے سچائی کے داخلے سے داخل کیجیو اور سچائی کا نکالنا نکالیو اور میرے لئے اپنی طرف سے فتح و نصرت کا ممد بنائیو۔ استاذی المحترم حضرت مولوی عبد اللطیف صاحب فاضل معلم [illegible] نے اپنی تصنیف ستور الارتقاء تفسیر سورہ اسراء میں مقام محمود پر سیر کن بحث کرتے ہوئے روح افزا نکات بیان فرمائے ہیں۔ جناب کے نزدیک ہجرت کے بعد مدینہ میں آپ کا ورود مبارک مقام محمود کے لئے بمنزلہ منزل اول تھا کیونکہ ایک طرف مکہ کی بے بسی کی زندگی تھی اور اسی کسمپرسی کی حالت میں مقام محمود کی بشارت دی گئی۔ دوسری طرف مدینہ میں جوش مسرت اور فرط انبساط کے ساتھ آپ کا استقبال اور خیر مقدم کیا جاتا ہے اور مزید براں یہ کہ نہ صرف آپ کو روحانی پیشوا تسلیم کیا گیا۔ بلکہ مدینہ میں سیاسی اقتدار کی باگ ڈور بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے

دست مبارک میں سونپ دی گئی۔ اسی طرح مقام محمود کی عالمگیر شان کے اظہار کے لئے اسلام سے دنیا کی موجودہ بے اعتنائی کی زندگی کا خاکہ رکھتی ہے اور دنیا کا آخر میں قرآن کی طرف رجوع کرنا ہجرت کے بعد دور مدینہ کا مثیل ٹھہرے گا۔ جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اسراء کے واقعہ میں مکانی اعتبار سے مکہ سے مدینہ کی ہجرت کی طرف اشارہ تھا۔ اور یہاں اسی مخرج صدق کے ذریعہ اس کا بین الفاظ میں اظہار کیا گیا اسی طرح اسراء میں زمانی لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتوں کی طرف اشارہ تھا۔ جن کے درمیان ایک لیل یعنی فیج اعوج کا زمانہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

"یہ یقینی امر ہے کہ قرآن شریف کی یہ آیت کہ سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ معراج مکانی و زمانی دونوں پر مشتمل ہے اور بغیر اس کے معراج ناقص رہتا ہے پس جیسا کہ سیر مکانی کے لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے بیت المقدس تک پہنچا دیا تھا ایسا ہی سیر زمانی کے لحاظ سے آنجناب کو شوکت اسلامی کے زمانہ سے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تھا۔ برکات اسلامی کے زمانہ تک جو مسیح موعود کا زمانہ ہے۔ پہنچا دیا۔"

پس اسلام سے اس بے اعتنائی کے دور میں دنیا امن کے خود تراشیدہ قوانین اور خود ساختہ طریقوں سے حصول امن میں ناکام رہے گی اور بے تاب و مضطرب ہو کر سراسیمگی کی حالت میں بھٹکتی پھرے گی۔ جس کی ابتدائی جھلک آج بھی ہمارے سامنے ہے۔ آخر کار اس پیغام امن کی طرف متوجہ ہوگی۔ جو دلوں کو سکینت اور قلوب کو اطمینان بخشنے والا ہے۔ اس وقت قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا کا نعرہ بلند کیا جائے گا۔ ان مخالف اقوام کے دل اس صداقت سے لبریز ہوں گے کہ ننزل من القرآن ما ھو شفاء ورحمۃ للمومنین انکی سرتابی و خود غلط سے بدل جائے گی اس وقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علامت آب مقام محمود نیر افشاں کی مانند اپنی چمک دمک کے ساتھ نور افشاں ہوگا جس سے فتنہ و فساد اور سب ستم کی تمام ظلمتیں کافور ہو جائیں گی اور انسانیت نئے ایک مرکز پر مجتمع ہونے پر اقوام عالم یگانگت کی روح افزا بہار سے لطف لے رہی ہوں گی۔ یہی دور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر شفاعت کے مظاہرہ کا دورہ ہوگا۔ جبکہ تمام اقوام آنکے حضور دخواست عالم سے سب دست دعا ہو کر اپنی شکست کا اعتراف کرتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر گر جائیں گی۔ اور اپنے کرتوت سے پیدا شدہ آلام و مصائب سے نجات پا کر خدا کے سایۂ عاطفت میں چین سے بسر کریں گی۔ اس طرح تمام اقوام کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو قبول کر لینا حضور کے ذریعہ قوموں کی شفاعت پر دلالت کرتا ہے۔ جو حضور کی شان عالیہ مقام محمود کا بین اظہار ہے کہاں مخالفت اور اعتراض اور کہاں عقیدت کا نذر گزارنا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تفسیر کبیر میں مقام محمود کی تفسیر پر گوہر افشانی کرتے ہوئے اپنی قلم معجز رقم سے تحریر فرماتے ہیں۔

"مقام محمود سے مراد شفاعت بھی ہے کیونکہ جیسا کہ حدیثوں سے ثابت ہے کہ سب اقوام کے لوگ سب نبیوں کے پاس سے مایوس ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شفاعت کی غرض سے آئیں گے اور آپ شفاعت کریں گے اس طرح گویا ان سب اقوام کے منہ سے آپکے لئے اظہار عقیدت کروا دیا جائیگا۔ جو اس دنیا میں آپ کو گالیاں دیتی تھیں یہ ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا مقام محمود ہے"

یہ شفاعت کبریٰ کا ایک نظارہ ہے۔ جبکہ آخرت میں آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کے تمام بنی نوع انسان تمام انبیاء سمیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قیادت کا اقرار کریں گے۔ لیکن اس شفاعت کبریٰ پر یقین تام اسی صورت میں حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ اس کا ارہاص اسی دنیا میں بموجب آیت کریمہ واتوا بہ متشابہا جلوہ گر ہو اور ایسا ہونا اسی وقت ممکن ہے۔ جبکہ تمام اقوام کا ایک مرکز پر جمع ہونا معمولی بات ہو اور وہ اس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا منجی و ہادی اور اپنا قائد تسلیم کریں۔ چنانچہ توریت میں اسی شفاعت صغریٰ کی پیشگوئی ان الفاظ میں ملتی ہے

"خداوند کے لئے ایک نیا گیت گاؤ۔ اے تم جو سمندر پار گزرتے ہو اور تم جو اس میں بستے ہو اے بحری ممالک اور ان کے باشندو۔ تم زمین پر سرتاسر اس کی ستائش کرو۔ بیابان اور اس کی بستیاں قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کریں گے۔ سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے۔ وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں گے اور بحری ممالک میں اسکی ثنا خوانی کریں گے۔"

(یسعیاہ ب ۴۲ آیت ۱ تا ۱۲)

اس میں کس طرح بین الاقوامی طور پر مسرت و شادمانی کی بشارت دی گئی ہے۔ قیدار وہ عربی قبائل ہیں جو بنی اسماعیل سے تعلق رکھتے ہیں اور سلع مدینے کے پہاڑ کا نام ہے (دیکھئے معجم البلدان) اس میں شک نہیں کہ اس پیشگوئی کے وقوع کا زمانہ دراز ہے اور اپنے اندر دو پہلوؤں کا حامل ہے۔ ایک اسوقت جب خاص مدینہ سے اسلامی غلبہ کا نقارہ بجے گا اور ایک اسوقت جبکہ بین الاقوامی طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایت اور آپؐ کی قیادت کو تسلیم کر لیا جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عالمگیر مقام کو ظاہر کرکے پھر سلع کے پہاڑ اور قیدار کے دیہات کا ذکر کرنا بتاتا ہے کہ یہ دنیا کا ممدوح اعظم وہی ذی وجاہت مبارک انسان ہے جو پہلا ظہور سلع یعنی مدینہ سے کرے گا تو اس کا دوسرا ظہور اسوقت ہوگا جبکہ سمندروں کے لامتناہی بُعد کے باوجود ممالک آپس میں ایک دوسرے سے قریب تر ہو جائیں گے۔ لطف یہ کہ یہاں بحری ممالک اور سمندر پار گزرنے کا خاص طور پر ذکر ہے۔ اس زمانہ میں جو قوموں کے معاہدے اور سیاسی کشمکش کے عہد و پیمان ہو رہے ہیں وہ بھی سمندروں سے مناسبت رکھتے ہیں۔ مثلاً اٹلانٹک چارٹر اور اٹلانٹک پیکٹ وغیرہ۔ اس پیشگوئی سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سمندروں میں بسنے والی قومیں ایک وقت خداوند قدوس اور اسکے مظہر اتم حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے گیت گائینگی یہ اسوقت ہوگا جبکہ یہ خود اپنے نسلی اور ملکی اور قومی بغض حسد اور کینہ کی بھڑکتی ہوئی آتش سوزاں میں جھلس کر راکھ کا ڈھیر ہو جائے گی۔ اور ان کی امن امن چیخنے کے ڈھکوسلے بازیاں روشن دن کی طرح سامنے آ جائیں گی۔ قیافہ شناس ماحول کو یہ بات اچنبھی نہیں کیونکہ وہ مغربی تہذیب کے ان آخری سانسوں کو محسوس کر رہے ہیں۔ جو دم مرگ امید خام کی ایک جھلک کے سوا اور کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ اور دوربین نگاہیں مادہ پرست مادیین کی کچی عقل کے تار و پود کو وقف انتشار ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں سے

آسمان پر سل رہی ہے ایک پوشاک جدید
تانا بانا ٹوٹنے والا ہے اب کفار کا

چنانچہ اپنے تو اپنے غیر بھی یہ احساس رکھتے ہیں کہ قرآن کریم دنیا کی تمام ضرورتوں کو پورا کر سکتا ہے اور یہی ہے جو آئندہ مذہب کی قیادت سنبھالنے والا ہے۔ مسٹر بلنٹ ایک انگریز مدبر اپنی رائے کا یوں اظہار کرتے ہیں۔ "کم از کم انگلستان کو ضرور مان لینا چاہیئے کہ اسلام کی تباہی کی کوشش فضول ہے۔ اس کی بجائے اسے قبول کرنا چاہیئے۔ انگلستان دنیا میں رہے یا نہ رہے اسلام ضرور رہے گا" پھر آگے لکھتے ہیں "ہم صدا فراسیے کرتی چاہیئے۔ کہ مسیحیت خیرو نیکی کے ایسے امکانات نہیں جن کا نعم البدل کوئی دوسرا مذہب یا فلسفہ پیش نہیں کر سکتا (حوالہ منقول از دستوالارتقار)

اسلام کی بین الاقوامی صلاحیت اتحاد کی وسعت کا ذکر کرتے ہوئے انگلستان کا مشہور عالم مفکر جارج برنارڈ شا لکھتا ہے۔

"میں ہمیشہ سے محمدؐ کے مذہب کی اس کی ذاتی خوبیوں اور اندرونی قوت کی وجہ سے تعظیم کرتا ہوں۔ دنیا میں صرف یہی ایک واحد مذہب ہے جو میرے نزدیک ان صلاحیتوں کا حامل ہے۔ جو زمانہ کے تغیر و تبدل کی مطابقت میں بروئے کار لائی جا سکتی ہیں۔ اسی وجہ سے یہ ہر ایک زمانہ میں رہبری کو تیار رہا ہے۔ دنیا میرے جیسے بڑے دماغوں کے پیش از وقت اندازوں کو نہایت اہم سمجھتی ہے۔ میری محمدؐ کے مذہب کے متعلق پیشگوئی ہے کہ یہ مذہب آئندہ بھی یورپ کے لئے قابل قبول ہوگا۔ جیسا کہ آج بھی اپنی معمولی حالت میں ہے قرون وسطیٰ میں عیسائیت کے علمبرداروں نے اپنی غلط فہمیوں یا تعصب کی بناء پر محمد اور ان کے مذہب کو بدنما دھبوں سے بگاڑ دیا۔ حقیقتاً ایام تربیت میں ہی عیسائی پادریوں کے دلوں میں محمد اور ان کے مذہب سے نفرت کرنے کا بیج بو دیا جاتا تھا پادریوں کے نزدیک محمد مسیح کے مخالف تھے۔ میں نے جہاں تک اس محیر العقول صفات والے انسان کا مطالعہ کیا ہے۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مسیح کے خلاف ہونا تو کیا درحقیقت وہ تو انسانیت کے لئے نجات دہندہ تھے مجھے یقین ہے کہ اگر ان کی سی صفات والا کوئی انسان اس جدید زمانہ میں تمام جہان کا ڈکٹیٹر مان لیا جائے تو وہ ضرور دنیا کی مشکلات حل کرنے میں اس عظیم الشان طریقے سے کامیاب ہوگا کہ دنیا میں ضرورت کے مطابق امن۔ فلاح اور بہبودی کا پھر سے دور دورہ ہو جائے گا۔"

(حوالہ منقول از وِنڈیکیشن آف دی ہولی پروفٹ آف اسلام)

(باقی)

سنگ ریزہ اور گوہر

ذرہ کو گر پہچانئے خاور سے کم نہیں
قطرے کو جانچئے تو سمندر سے کم نہیں
تو شوق کی نگاہ سے دیکھے اسے اگر
کانٹے کی نوک رشک گل تر سے کم نہیں
ہو زندگی کی تجھ کو اگر معرفت نصیب
ناچیز سنگ ریزہ بھی گوہر سے کم نہیں
اک دردمند دل سے اچھل کر جو گر پڑے
وہ اشک گرم صبح کے اختر سے کم نہیں

(تنویر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اشتہار زیر دفعہ ۵۔ رول ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی

بعدالت خان صلاح الدین صاحب

چیف سینئر سب جج صاحب بہادر گوجرانوالہ

دعویٰ یا اپیل دیوانی ۲۳

دی پنجاب نیشنل بنک لاہور رجسٹرڈ آفس ۳۱ راجپور روڈ دہلی انڈیا اور پرنسپل آفس پاکستان نیشنل ہاؤس۔ دی مال لاہور

بنام

میسرز جگن ناتھ وغیرہ

دعوے دلا پانے ۶/-/۱۱۵۷

بنام میسرز جگن ناتھ ہرناداس شوگر ڈیلر گوجرانوالہ۔ لالہ جگن ناتھ شوگر ڈیلر گوجرانوالہ۔ ہرنام داس شوگر ڈیلر گوجرانوالہ لالہ کلدیپ رائے ولد بدری ناتھ لالہ شوی لال رائے ولد لالہ میلا رام میسرز میلا رام بدری ناتھ کارنامدعا علیہم نمبر ۴، ۵ و ۶ تا ۹ ساکن جیل کلاں ضلع گوجرانوالہ مدعا علیہم نمبر ۴ و ۵ حال ساکن سیکنڈ بلاک ۲ کناٹ پیلس ڈیرہ دون انڈیا۔ زیر مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں میسرز جگن ناتھ وغیرہ مذکور تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتے ہیں۔ اور روپوش ہیں اس لئے اشتہار ہذا بنام میسرز جگن ناتھ مذکور جاری کیا جاتا ہے کہ اگر میسرز جگن ناتھ وغیرہ کو تاریخ ۲ ماہ مئی ۱۹۴۹ء کو بمقام گوجرانوالہ حاضر عدالت ہذا میں نہیں ہوں تو اس کی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں آوے گی۔ آج بتاریخ ۔۔۔ میرے دستخط اور مہر عدالت کے جاری ہوا۔

دستخط حاکم مہر عدالت

میرا جواب

ثاقب صاحب زیروی نے یہ دلکش نظم انجمن حمایت اسلام لاہور کے مشہور مشاعرہ میں نہایت پرسوز آواز میں پڑھی تھی۔ یہ نظم اتنی کامیاب رہی کہ الحاج خواجہ ناظم الدین گورنر جنرل پاکستان نے بڑی خواہش سے اسے دوبارہ پڑھنے کی فرمائش کی چنانچہ آپ کی فرمائش پر دوسری بار ثاقب صاحب کو سٹیج پر بلایا گیا۔
یہ نظم ثاقب صاحب نے ایک دوست کے جام شراب پیش کرنے پر لکھی تھی۔ ہم ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے اسے الفضل کے ربوہ نمبر میں شائع کر رہے ہیں۔ ادارہ

مری نظر ستارہ گیر — سکوں پسند و دل پذیر
جنون خیز و غم شناس — نیاز کیش و پُر سپاس
میں آشنا ہوں درد سے — جہاں کے گرم و سرد سے
نشیب سے فراز سے — ہر ایک سوز و ساز سے
زمیں کے دل کے راز سے
فلک کی ساز باز سے

سماں یہ خوشگوار سا — یہ وقت پُر بہار سا
یہ شوخ و شنگ محفلیں — یہ نور پاش مشعلیں
یہ مست بناگ کاکلیں — حسین کھنکتی چھاگلیں
یہ رنگ روپ بے حجاب — یہ شوق کا حسیں جواب
یہ حُسن اتنا بے نقاب — یہ آنکھ اتنی بے حجاب
یہ وقت کے ہیں شعبدے
نہیں گر آج کل سے ہٹے

سبُو میں سرخ سرخ سی — خمار و کیف کی پری
جنون میں بھری بھری — اگر نظر میں جچ گئی
تو سب متاعِ ہوش گم
یہ جوش گم خروش گم
تو فکر عاقبت مٹی — تو رُعبِ مغفرت گیا
خودی میں غرق ہو گیا — سزا جزا کا غم اڑا
فلک سے خاک پر گرا — یہ جہاں رہی نہ تن رہا
مجھے ہے غم سے کھیلنا — فلک کے وار جھیلنا
مٹانا اس کشور کو — خمار زا سرود کو
خدا کے نام پر مٹی
خدا کے خوف کی کمی
یہ اہتمام عارضی — یہ شعبدے ہما ہمی
یہ میری زد میں آئیں گے
یہ مجھ سے منہ کی کھائیں گے

اٹھا شراب ناب اٹھا — یہ چنگ اور رباب اٹھا
ہے ان کی لے میں دہریت — ہے اس میں جذب شیطنت
یہ رنگ چھوڑ چھاڑ کر — یہ جام توڑ تاڑ کر
یہ نقش سب بگاڑ کر — یہ میکدے اجاڑ کر
نئی زمیں بناؤں گا
نیا جہاں بساؤں گا

کہ جس کی دیکھ کر جھلک — ہمیشہ سر دُھنے فلک
جہاں ملک بھی سر جھکائیں — ہمیشہ حوریں گیت گائیں
جہاں ملے گی ہر گھڑی
حجاز کی کھنچی ہوئی

ثاقب زیروی

پروگرام جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ

منعقدہ ۱۵-۱۶-۱۷ اپریل سنہ ۱۹۴۹ء بمقام ربوہ

اجلاس اول بروز جمعۃ المبارک ۱۵ اپریل صبح ۸ بجے سے ۱۰-۵۰ تک

وقت	پروگرام	مقرر
۸-۰۰ تا ۸-۵	تلاوت قرآن کریم	
۸-۵ تا ۸-۳۵	افتتاحی تقریر سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ امام جماعت احمدیہ	
۸-۳۵ تا ۸-۴۰	نظم	
۸-۴۰ تا ۹-۱۰	ذکر حبیب	حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب سابق مبلغ اسلام امریکہ و انگلستان
۹-۱۰ تا ۹-۵۰	غیر مسلم رعایا کے متعلق اسلامی حکومت کے فرائض	جناب شیخ بشیر احمد صاحب بی اے۔ ایل ایل بی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور۔
۹-۵۰ تا ۱۰-۴۰	انقلابات کے متعلق انذارات و بشارات	جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر امور عامہ
۱۰-۴۰ تا ۱۰-۵۰	اعلانات	

نماز جمعہ و عصر ۱/۲ ۳ بجے سے ۱/۲ ۴ بجے تک

اجلاس دوم بعد نماز عصر ۴-۳۰ بجے سے ۶-۴۰ تک

وقت	پروگرام	مقرر
۴-۳۰ تا ۴-۳۵	تلاوت قرآن کریم۔	
۴-۳۵ تا ۴-۴۰	نظم	
۴-۴۰ تا ۵-۲۰	نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراضات کے جواب	جناب مولوی غلام احمد صاحب فاضل پروفیسر جامعہ احمدیہ سلسلہ عالیہ احمدیہ
۵-۲۰ تا ۶-۰۰	بنکنگ اسلامی تعلیم کی روشنی میں	صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم اے آکسن پرنسپل تعلیم الاسلام کالج لاہور
۶-۰۰ تا ۶-۴۰	ظہور مسیح موعود کے متعلق قرآن مجید کی پیشگوئیاں	جناب مولوی جلال الدین صاحب شمس فاضل سابق مبلغ انگلستان

دوسرا دن

اجلاس اول بروز ہفتہ ۱۶ اپریل صبح آٹھ بجے سے ۱۰-۲۰ تک

وقت	پروگرام	مقرر
۸-۰۰ تا ۸-۵	تلاوت قرآن کریم	
۸-۵ تا ۸-۱۰	نظم	
۸-۱۰ تا ۸-۵۰	اسلامی اصول اور کمیونزم	جناب ملک عبد الرحمن صاحب خادم بی اے۔ ایل ایل بی گجرات
۸-۵۰ تا ۹-۳۰	پردہ	جناب قاضی محمد نذیر صاحب فاضل پروفیسر جامعہ احمدیہ
۹-۳۰ تا ۱۰-۱۰	پیشگوئی اسمہٗ احمد	جناب مولوی عبد الغفور صاحب فاضل مبلغ سلسلہ احمدیہ
۱۰-۱۰ تا ۱۰-۲۰	اعلانات	

نماز ظہر و عصر ۱۲ بجے سے ۱/۲ ۱ بجے تک

اجلاس دوم ۱/۲ ۱ بجے شروع ہوگا

تلاوت و نظم

تقریر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ امام جماعت احمدیہ

تیسرا دن

اجلاس اول بروز اتوار ۱۷ اپریل صبح ۸ بجے سے ۱۰-۲۰ تک

وقت	پروگرام	مقرر
۸-۰۰ تا ۸-۵	تلاوت قرآن کریم	
۸-۵ تا ۸-۱۰	نظم	
۸-۱۰ تا ۸-۵۰	اسلامی حکومت کا تصور	جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم اے کینٹ فیلو پنجاب یونیورسٹی و ہیڈ آف دی فلاسفی ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ کالج لاہور
۸-۵۰ تا ۹-۳۰	غیر ممالک میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی جدوجہد	جناب حکیم فضل الرحمن صاحب نائب ناظر دعوۃ و تبلیغ سابق مبلغ مغربی افریقہ
۹-۳۰ تا ۱۰-۱۰	حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور تجدید اسلام	جناب مولوی ابو العطاء صاحب فاضل پرنسپل جامعہ احمدیہ سابق مبلغ بلاد عربیہ
۱۰-۱۰ تا ۱۰-۲۰	اعلانات	

نماز ظہر و عصر ۱۲ بجے سے ۱/۲ ۱ بجے تک

اجلاس دوم ساڑھے ۱۲ بجے شروع ہوگا۔

تلاوت و نظم

تقریر سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ امام جماعت احمدیہ

نوٹ:۔ (۱) دوران جلسہ میں کسی کو بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔

(۲) پروگرام میں حسب ضرورت ناظر دعوت و تبلیغ کی اجازت سے تبدیلی ہو سکتی ہے۔

المعلن:۔ عبد المغنی خاں ناظر دعوت و تبلیغ سلسلہ عالیہ احمدیہ ربوہ ضلع جھنگ